فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین

ماہنامہ جہلم

السنۃ

شمارہ نمبر 09

رجب ۱۴۳۰ھ، جولائی ۲۰۰۹ء

مدیر

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

- کوئی صحیح حدیث قرآن کے مخالف نہیں
- نزولِ باری تعالیٰ
- صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکارِ حدیث
- عورت کے ایامِ مخصوصہ کی تعیین
- پندرہ شعبان کی خصوصی عبادات
- ''شبِ براءت'' کی شرعی حیثیت

www.ircpk.com

دار التخصص والتحقیق، جہلم، پاکستان

اہل سنت کون؟

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

امام ابوحاتم اور امام ابوزرعہ رحمہما اللہ تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں:

''ہم جہاد اور حج کا فریضہ ہر دور میں ائمہ مسلمین کے ساتھ قائم کرتے رہیں گے، ہم ائمہ مسلمین کے خلاف بغاوت کو (جائز) خیال نہیں کرتے، نہ ہی فتنہ میں قتال کو درست سمجھتے ہیں، اللہ عزوجل نے جسے ہمارا حکمران بنا دیا ہے، ہم اس کی بات (غور سے) سنتے اور اس کی اطاعت کرتے ہیں، کبھی اطاعت سے اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے، نیز ہم اہل سنت والجماعت کی اتباع کرتے ہیں، شذوذ، اختلاف اور تفرقہ بازی سے اجتناب کرتے ہیں، مسلمان حکمرانوں کی سرکردگی میں جہاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت قائم ہونے تک جاری رہے گا، کوئی طاقت اسے ختم نہیں کر سکتی، حج اور ائمہ مسلمین کو زکوٰۃ کی ادائیگی بھی اسی طرح (قیامت تک جاری رہنے والی) ہے، (مسلمان) لوگ وراثت اور دیگر احکام میں مومن (شمار) ہوں گے، ہم نہیں جانتے کہ وہ اللہ کے ہاں کیا (مقام رکھتے) ہیں؟ تو جو یہ کہے کہ وہ حقیقی مومن ہے، وہ بدعتی ہے اور جو کہے کہ وہ اللہ کے ہاں مومن ہے، وہ جھوٹوں میں سے ہے اور جو کہے کہ وہ اللہ پر ایمان لاتا ہے، وہ درستی پر ہے، مرجی لوگ بدعتی اور گمراہ ہیں اور قدریہ (منکرینِ تقدیر) بھی گمراہ اور بدعتی ہیں، ان میں سے جو شخص یہ کہے کہ کام ہونے سے پہلے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں ہوتا، وہ کافر ہے، جہمی لوگ بھی کافر ہیں، رافضیوں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے، خارجی اسلام سے نکل گئے ہیں، جو یہ دعویٰ کرے کہ قرآن مخلوق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا کفر کرتا ہے جو دین سے خارج کر دیتا ہے اور جو سمجھتے بوجھتے اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے، جو اللہ تعالیٰ کی کلام کے بارے میں شک کرتے ہوئے توقف کر لیتا ہے، کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ مخلوق ہے یا مخلوق نہیں ہے، وہ جہمی ہے، نیز جو جہالت کی بنا پر قرآن کے بارے (مخلوق ہونے یا نہ ہونے) میں توقف کرے، اسے بتایا جائے گا، (اگر شک دور نہ کرے تو اسے) بدعتی قرار دیا جائے گا، کافر نہیں کہا جائے گا، جو اس طرح کہے، میرا قرآن کا تلفظ کرنا مخلوق ہے یا میرے الفاظ کے ساتھ قرآن مخلوق ہے، وہ جہمی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (امام ابوحاتم رحمہ اللہ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اہل بدعت کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث پر کیچڑ اچھالتے ہیں، زنادقہ (بے دین لوگوں) کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو مُجسِّمہ (جسمِ باری تعالیٰ کے قائل) قرار دیتے ہیں، وہ احادیث کو باطل قرار دینا چاہتے ہیں، جہمیوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو مُشبِّہہ (خالق کو مخلوق سے تشبیہ دینے والے) کہتے ہیں، قدریہ (منکرینِ تقدیر) کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو مُجبِّرہ (انسان کو مجبورِ محض قرار دینے والے) کہتے ہیں، مرجئہ اہل سنت کو مخالفہ اور نقصانیہ کا نام دیتے ہیں، اور رافضہ (غالی شیعوں) کی علامت یہ ہے کہ اہل سنت کا نام ناصبہ (علی رضی اللہ عنہ کے دشمن) رکھتے ہیں، گمراہ فرقوں کا یہی کام رہا ہے، حالانکہ اہل سنت کو صرف ایک ہی نام صادق آتا ہے، ان پر بہت سے ناموں کا اطلاق ناممکن ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد اور امام ابوزرعہ رحمہما اللہ کو سنا کہ وہ گمراہوں اور بدعتیوں سے قطع تعلقی کرتے تھے اور ان کا سخت رد کرتے تھے، وہ احادیث کی بجائے رائے کے بل بوتے پر کتابیں لکھنے کو غلط قرار دیتے تھے، اہل کلام (فلسفی و منطقی لوگوں) کے ساتھ بیٹھنے اور ان کی کتابیں پڑھنے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اہل کلام کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔''

(کتاب اصل السنۃ واعتقاد الدین لابن ابی حاتم)

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

ماہنامہ **السنة**

شمارہ نمبر ⑨، رجب ۱۴۳۰ھ، جولائی ۲۰۰۹ء

①	کوئی صحیح حدیث قرآن کے مخالف نہیں	غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری	۲
②	نزولِ باری تعالیٰ	غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری	۴
③	صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکارِ حدیث		
	حدیثِ افک پر اعتراضات اور ان کے جوابات ①	حافظ ابو یحییٰ نور پوری	۱۵
④	عورت کے ایامِ مخصوصہ کی تعیین	غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری	۳۲
⑤	پندرہ شعبان کی خصوصی عبادت	غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری	۳۷
⑥	''شبِ براءت'' کی شرعی حیثیت	غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری	۴۲

Islamic Research Centre Rawalpindi

کوئی صحیح حدیث قرآن کے مخالف نہیں

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

حدیث وحی ہے، یہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے، حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

والسّنّة أيضا تنزل عليه بالوحی ، كما ينزل القرآن . ''نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سنت بھی اسی طرح وحی کے ذریعے نازل ہوتی تھی، جس طرح کہ قرآنِ کریم نازل ہوتا تھا۔'' (مجموع الفتاوی لابن تیمیة : ۱۳/۳۶۴)

ان کے نامور شاگرد حافظ ابنِ قیّم الجوزیہ رحمہ اللہ (م ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

انّ اللّٰه سبحانه وتعالیٰ أنزل علی رسوله وحيين ، وأوجب علیٰ عباده الايمان بهما ، والعمل بما فيهما ، وهما الكتاب والحكمة ، وقال تعالیٰ : ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (النساء : ۱۱۳) وقال تعالیٰ : ﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعة : ۲) وقال تعالیٰ : ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰی فِیْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ﴾ (الاحزاب : ۳۴) والكتاب هو القرآن ، والحكمة هی السّنّة باتّفاق السّلف ، وما أخبر به الرّسول من اللّٰه فهو فی وجوب تصديقه ، والايمان به ، كما أخبر به الرب تعالیٰ علیٰ لسان رسوله ، هذا أصل متّفق عليه بين أهل الاسلام ، لا ينكره الّا من ليس منهم ، وقد قال النّبیّ صلّی اللّٰه عليه وسلّم ((ألا ! انّی أوتيت القرآن ومثله معه))

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر دو قسم کی وحی نازل کی ہے اور ان دونوں پر ایمان لانا اور دونوں پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے، وہ دونوں قسم کی وحی کتاب و حکمت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (النساء : ۱۱۳) (اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے) اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعة : ۲) (وہی ذات ہے جس نے اُمّی لوگوں میں اپنی طرف سے رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے)، نیز فرمایا: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰی فِیْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ (الاحزاب : ۳۴) (اور اے نبی کی بیویو! تم اپنے گھروں میں تلاوت کی جانے والی آیات وحکمت کو یاد کرو)، سلف صالحین کا اجماعی موقف ہے کہ کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے، وہ جو وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتائے، وہ ایمان وعمل کے

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

واجب ہونے میں اسی وحی کی طرح ہے جس کی رب تعالیٰ اپنے نبی کی زبانی خبر دے، یہ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے، اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو مسلمانوں سے خارج ہو، خود نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: (خبردار! میں قرآن اور اس کے ساتھ اسی طرح کی ایک اور چیز بھی دیا گیا ہوں)۔" (کتاب الروح لابن قیم الجوزیة : ۱۰۵)

سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ألا ! انّی أوتیت القرآن ومثله معه . "خبردار! مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسی طرح کی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔" (سنن ابی داوٗد : ٤٦٠٤، مسند الامام احمد : ١٣١/٤، وسندہٗ صحیح)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: أی أوتیت القرآن، وأوتیت مثله من السّنّة الّتی لم ینطق بها القرآن . "یعنی مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی طرح وہ سنت بھی دی گئی ہے جس کا قرآن میں ذکر نہ تھا۔" (ارشاد الفحول للشوکانی : ص ۳۳)

اس حدیثِ مبارکہ میں نبیٔ اکرم ﷺ نے قرآن وحدیث دونوں کو وحی قرار دیا ہے، درجِ ذیل حدیث سے بھی اس حدیث کا مفہوم واضح ہوتا ہے: ما من الأنبیاء نبیّ الّا أعطی من الآیات ما مثله آمن علیه البشر ، وانّما کان الّذی أوتیته وحیا أوحاه اللّٰه الیّ ، فأرجوا أنّی أکثرهم تابعا یوم القیامة .

"ہر دور میں ہر نبی کو اتنی مقدار میں نشانیاں عطا کی گئیں، جنہیں دیکھ کر لوگ ایمان لائے، بے شک جو کچھ مجھے عطا کیا گیا ہے، وہ وحی ہے، یہ وحی اللہ نے میری طرف کی ہے، میں امید کرتا ہوں کہ تابع داروں کے اعتبار سے روزِ قیامت دوسرے نبیوں سے سبقت لے جاؤں گا۔" (صحیح بخاری : ١٠٨٠/٢، ح: ٧٢٧٤)

اس حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ قرآن کی طرح حدیث بھی وحی ہے اور "منزل من اللہ" ہے۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لیدخلنّ الجنّة بشفاعة رجل لیس بنبیّ مثل الحیّین ربیعة ومضر ، فقال رجل : یا رسول اللّٰه ! وما ربیعة من مضر ؟ قال : انّما أقول ما أُقَوَّلُ . "ایک آدمی کی شفاعت سے ربیعہ اور مضر دونوں قبیلوں کی مقدار لوگ جنت میں داخل ہوں گے، ایک آدمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ربیعہ کی مضر قبیلے سے کیا نسبت؟ فرمایا، میں وہی کہتا ہوں جو کہلایا جاتا ہوں۔"

(مسند الامام احمد : ٢٥٧/٥، ٢٦١، ٢٦٧، المعجم الکبیر للطبرانی : ٧٦٣٨، وسندہٗ صحیح)

جب اصولِ محدثین کے مطابق صحیح حدیث بھی وحی ہے، وہ قرآنِ مجید کے وحی ہونے کی تصدیق بھی کرتی ہے، پھر وہ قرآن کے مخالف کیسے؟ خوب یاد رہے کہ قطعاً وحی وحی کے معارض ومخالف نہیں ہو سکتی۔

Islamic Research Centre Rawalpindi

نزولِ باری تعالیٰ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی اور اتفاقی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پر اترتے ہیں، یہ اترنا حقیقی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفتِ برحق ہے، یہ عقیدہ احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے، ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی تصریحات اس پر شاہد ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ینزل ربّنا تبارک وتعالیٰ فی کلّ لیلة الی السّماء الدّنیا حین یبقیٰ ثلث اللّیل الآخر ، فیقول : من یدعونی ، فأستجیب له ؟ من یسألنی ، فأعطیه ؟ من یستغفرنی ، فأغفر له ؟

''ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات جب آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے، کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے معافی مانگے اور میں اسے معاف کردوں؟''

(صحیح بخاری : ۱۵۳/۱، ح : ۱۱۴۵، صحیح مسلم : ۲۵۸/۱، ح : ۷۵۸)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (م۴۶۳ھ) فرماتے ہیں: **ھذا الحدیث لم یختلف أھل الحدیث فی صحّته .** ''اس حدیث کی صحت کے بارے میں محدثین کرام کے ہاں کوئی اختلاف نہیں۔''

(التمہید لابن عبدالبر : ۱۳۴/۷)

نزولِ باری تعالیٰ کے بارے میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی احادیث مروی ہیں:

① **سیدنا ابو سعید اور سیدنا ابو ہریرہ** رضی اللہ عنہما (صحیح مسلم : ۲۵۸/۱، ح : ۱۷۲/۷۵۸)

② **سیدنا علی** رضی اللہ عنہ (مسند الامام احمد : ۱۲۰/۱، وسندہٗ حسن)

حافظ منذری رحمہ اللہ (الترغیب والترھیب : ۱۶۵/۱) اور حافظ ہیثمی (مجمع الزوائد : ۲۲۱/۱) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

③ **سیدنا جبیر بن مطعم** رضی اللہ عنہ (مسند الامام احمد : ۸۱/۴، مسند الدارمی : ۱۴۸۸، السّنّة لعبداللہ بن احمد بن حنبل : ۱۱۹۹، وسندہٗ صحیح)

④ **رفاعہ بن عرابہ الجہنی** رضی اللہ عنہ (مسند الامام احمد : ۱۶/۴، مسند الطیالسی : ص ۱۸۲، النّزول للدارقطنی : ۶۸، وسندہٗ صحیح)

Islamic Research Centre Rawalpindi

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔(الاصابة فی تمییز الصحابة لابن حجر : ۲۸٤/۳)

⑤ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (النّزول للدارقطنی : ۱۰۰، وسندهٗ صحیح)

احادیث احادیثِ نزولِ باری تعالیٰ کو درجِ ذیل ائمہ دین اور علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ''متواتر'' قرار دیا ہے:

① حافظ ذہبی رحمہ اللہ (العلو للذهبی : ص ۱۱۰، ۱۱٦) ② حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ (الصارم المنکی : ص ۲۲۰)

③ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (شرح حديث النّزول : ص ۱۰۷) ④ حافظ ابن قیّم رحمہ اللہ (مختصر الصواعق : ۲٤۸/۲)

⑤ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (فتح المغیث : ۴۳/۳) ⑥ علامہ کتّانی (نظم المتناثر : ص ۱۱٤-۱۱٥ عن السیوطی موافقا له)

فائدہ : حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

النّزول المذكور فی الحديث النّبویّ علی قائله أفضل الصّلاة والسّلام ، الّذی اتّفق عليه الشّيخان ، البخاریّ ومسلم ، واتّفق علماء الحديث علی صحّته ، هو ((اذا بقی ثلث اللّيل الآخر)) وقد رُوِی عن النّبی صلّی اللّه عليه وسلّم من رواية جماعة كثيرة من الصّحابة كما ذكرنا قبل هذا ، فهو حديث متواتر عند أهل العلم بالحديث ، والّذی لا شكّ فيه اذا بقی ثلث اللّيل الآخر، فان كان النّبی صلّی اللّه عليه وسلّم قد ذكر النّزول أيضا اذا مضی ثلث اللّيل الأوّل ، واذا انتصف اللّيل ، فقوله حقّ ، وهو الصّادق المصدوق ، ويكون النّزول أنواعا ثلاثة ، الأوّل : اذا مضی ثلث اللّيل الأوّل ، ثمّ اذا انتصف وهو أبلغ ، ثمّ اذا بقی ثلث اللّيل ، وهو أبلغ الأنواع الثّلاثة .

''بخاری و مسلم کی اتفاقی طور پر صحیح حدیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جس نزول کا ذکر ہے، وہ اس وقت ہوتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جائے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، لہٰذا یہ حدیث محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک متواتر ہے، نزول کے بارے میں رات کے آخری تہائی حصے والی بات شک وشبہ سے بالاتر ہے، اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے پہلے تہائی حصے کے گزرنے اور آدھی رات کے گزرنے کے بعد بھی نزولِ باری تعالیٰ کا ذکر کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق ہیں، آپ کی بات حق ہے، چنانچہ نزول تین طرح کا ہے، ایک وہ جو رات کے پہلے تہائی حصے کے گزرنے پر ہوتا ہے، دوسرا وہ جو آدھی رات کے گزرنے پر ہوتا ہے، یہ پہلے کی نسبت زیادہ بلیغ ہوتا ہے اور تیسرا نزول رات کے آخری تہائی حصہ کے باقی رہ جانے کے وقت ہوتا ہے، یہ سب سے زیادہ بلیغ ہے۔''

(مجموع الفتاوی لابن تیمیه : ٤٧٠/٥)

Islamic Research Centre Rawalpindi

شیخ الاسلام امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (۱۶۱۔۲۳۸ھ) فرماتے ہیں:

جمعني وهذا المبتدع ، يعني ابراهيم بن أبي صالح ، مجلس الأمير عبدالله بن طاهر ، فسألني الأمير عن أخبار النّزول ، فسردتّها ، فقال ابراهيم : كفرت بربّ ينزل من سماء الى سماء ، فقلت آمنت بربّ يفعل ما يشاء .

''میں اور یہ بدعتی یعنی ابراہیم بن ابی صالح امیر عبداللہ بن طاہر کی مجلس میں جمع ہوئے ، انہوں نے مجھ سے نزولِ باری تعالیٰ کی احادیث پوچھیں ، میں نے بیان کر دیں ، ابراہیم کہنے لگا ، میں ایسے رب سے کفر کرتا ہوں ، جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف نزول کرتا ہے ، میں نے کہا ، میں اس رب پر ایمان لاتا ہوں جو وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔'' (الاسماء والصفات للبيهقى : ۱۹۷/۲، وفى نسخة : ۳۷۵/۲۔۳۷۶، ح : ۹۵۱، وسندهٔ صحيح)

امام ترمذی رحمہ اللہ (م۲۷۹ھ) فرماتے ہیں: وقد قال غير واحد من أهل العلم في هذا الحديث وما يشبه هذا من الرّوايات من الصّفات ونزول الرّب تبارك وتعالیٰ كلّ ليلة الى السّماء الدّنيا ، قالوا : قد تثبت الرّوايات في هذا ، ويؤمن بها ، ولا يتوهّم ، ولا يقال : كيف ؟ هكذا روى عن مالك بن أنس وسفيان بن عيينة وعبدالله بن المبارك أنّهم قالوا في هذه الأحاديث : أمرّوها بلا كيف ، هكذا قول أهل العلم من أهل السّنّة والجماعة ، وأمّا الجهميّة فأنكرت هذه الرّوايات ، وقالوا : هذا تشبيه .

''بہت سے اہل علم نے اس حدیث اور صفاتِ باری تعالیٰ اور ہر رات اللہ تعالیٰ کے نزول وغیرہ پر مشتمل دوسری احادیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس بارے میں وارد ہونے والی روایات کو ثابت سمجھا جائے ، ان پر ایمان لایا جائے ، وہم نہ کیا جائے اور ان کی کیفیت کے بارے میں سوال نہ کیا جائے ، امام مالک بن انس ، امام سفیان بن عیینہ اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ سے یہی منقول ہے کہ انہوں نے ان صفات والی احادیث کے بارے میں فرمایا ، ان کو بلا کیفیت تسلیم کرو ، اہل سنت والجماعت کے علمائے کرام کا یہی قول ہے ، رہے جہمی لوگ تو انہوں نے ان روایات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ (صفاتِ الٰہی کا اثبات) تو (خالق کی مخلوق کے ساتھ) تشبیہ ہے۔'' (جامع ترمذی ، تحت حديث : ٦٦٢)

امام الائمہ ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (م۳۱۱ھ) لکھتے ہیں: باب ذكر أخبار ثابتة السّند صحيحة القوام ، رواها علماء الحجاز والعراق عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في نزول الرّبّ جلّ وعلا الى السّماء الدّنيا كلّ ليلة ، نشهد شهادة مقرّ بلسانه ، مصدّق بقلبه ، مستيقن بما في

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

هذه الأخبار من ذكر نزول الرّبّ من غير أن نصف الكيفيّة ، لأنّ نبيّنا المصطفیٰ لم یصف له کیفیة نزول خالقنا الی سماء الدّنیا ، وأعلمنا أنّه ینزل ، واللّٰه جلّ وعلا لم یترک ولا نبیّه علیه السّلام بیان ما بالمسلمین الحاجة الیه من أمر دینهم ، فنحن قائلون مصدّقون بما فی هذه الأخبار من ذکر النّزول غیر متکلّفین القول بصفته أو بصفة الکیفیّة اذ النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم لم یصف لنا کیفیّة النّزول .

''ہررات آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ باری تعالیٰ کے بارے میں ان احادیث کا بیان جن کی سند ثابت ہے اوران کی اصل صحیح ہے، ہم زبان کے اقرار، دل کی تصدیق اوریقین کے ساتھ ان احادیث میں موجود نزولِ باری تعالیٰ کے عقیدے کی بغیر کیفیت بیان کیے گواہی دیتے ہیں، کیونکہ ہمارے نبیٔ مصطفی ﷺ نے ہمارے خالق کے نزول کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی، پھر یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے نبی ﷺ نے کسی ایسی بات کی وضاحت نہیں چھوڑی جس کی مسلمانوں کو دینی معاملات میں ضرورت تھی، چنانچہ ہم ان احادیث میں موجود نزولِ باری تعالیٰ کے قائل ہیں اوران کی تصدیق کرتے ہیں، نزول کی کیفیت بیان کرنے کا تکلف نہیں کرتے، کیونکہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ہمیں نزول کی کیفیت بیان نہیں کی۔'' (کتاب التوحید لابن خزیمة : ۲۸۹/۱۔۲۹۰)

امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ (م۳۲۴ھ) لکھتے ہیں:

ویصدّقون بالأحادیث الّتی جاء ت عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم : انّ اللّٰه ینزل الی السّماء الدّنیا ، فیقول : هل من مستغفر ، کما جاء فی الحدیث .

''وہ (اہل سنت والجماعت) اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کی جانے والی ان احادیث کی تصدیق کرتے ہیں جن میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اورکہتا ہے، ہے کوئی معافی مانگنے والا؟ جس طرح کہ اس حدیث میں آیا ہے۔'' (مقالات الاسلامیین : ۲۹۵/۱)

امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری رحمہ اللہ (م۳۶۰ھ) کہتے ہیں:

باب الایمان والتّصدیق بأنّ اللّٰه عزّ وجلّ ینزل الی السّماء الدّنیا کلّ لیلة ، الایمان بهذا واجب ، ولا یسع المسلم العاقل أن یقول : کیف ینزل ؟ ولا یرد هذا الّا المعتزلة .

''اس بات پر ایمان وتصدیق کا بیان کہ اللہ تعالیٰ ہررات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، کسی عقل مند مسلمان کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح نزول فرماتا ہے؟ ان

Islamic Research Centre Rawalpindi

باتوں میں صرف معتزلی لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔'' (الشریعۃ : ۹۳/۲)

امام ابوسعید عثمان بن سعید الدارمی رحمہ اللہ (م ۲۸۰ھ) لکھتے ہیں: فممّا یعتبر به من کتاب اللّٰه عزّ وجلّ فی النّزول ، ویحتجّ به علی من أنکره ، قوله تعالیٰ : ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (البقرة : ۲۱۰) ، فالّذی یقدر علی النّزول یوم القیامة من السّماوات کلّها ، لیفصل بین عباده ، قادر أن ینزل کلّ لیلة من سماء الی سماء ، فان ردّوا قول رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فی النّزول، فما یصنعون بقول اللّٰه عزّ وجلّ ، تبارک وتعالیٰ .

''جن آیات سے نزولِ باری تعالیٰ کا اثبات اور مخالفین کا رد ہوتا ہے، ان میں سے ایک یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (البقرة : ۲۱۰) (کیا وہ اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بادلوں کے سایوں میں ان کا فیصلہ کرنے کے لیے آجائیں؟)، پس وہ اللہ تعالیٰ جو قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے سب آسمانوں سے نزول فرما سکتا ہے، وہ ہر رات ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف نزول فرمانے پر بھی قادر ہے، اگر وہ (منکرینِ نزولِ باری تعالیٰ) اللہ کے رسول ﷺ کی بات کو ٹھکرا دیں گے تو اس فرمانِ الٰہی کا کیا جواب دیں گے؟'' (الرد علی الجهمیة للدارمی : ص ۷۴)

امام عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل الصابونی رحمہ اللہ (م ۴۴۹ھ) فرماتے ہیں: ویثبت أصحاب الحدیث نزول الرّبّ سبحانه وتعالیٰ کلّ لیلة الی السّماء الدّنیا من غیر تشبیه له بنزول المخلوقین ، ولا تمثیل ، ولا تکییف ، بل یثبتون ما أثبته رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم وینتهون فیه الیه ، ویمرّون الخبر الصّحیح الوارد بذکره علی ظاهره ، ویکلون علمه الی اللّٰه .

''محدثین ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کے نزول کو ثابت کرتے ہیں، بغیر مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیئے، بغیر مثال و کیفیت بیان کیے، بلکہ وہ اس چیز کو ثابت کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے اور وہ اس بارے میں انہی پر اکتفاء کرتے ہیں، نیز وہ نزولِ الٰہی کے بارے میں وارد ہونے والی صحیح حدیث کو ظاہری معنیٰ پر محمول کرتے ہیں (کوئی تاویل نہیں کرتے) اور اس (کی کیفیت وغیرہ) کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔'' (عقیدة السلف اصحاب الحدیث : ص : ۴۰)

نیز لکھتے ہیں: فلمّا صحّ خبر النّزول عن الرّسول صلّی اللّٰه علیه وسلّم أقرّ به أهل

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

السّنّة ، وقبلوا الخبر ، وأثبتوا النّزول على ما قاله رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، ولم يعتقدوا تشبيها له بنزول خلقه ، ولم يبحثوا عن كيفيّته ، اذ لا سبيل اليها بحال ، وعلموا ، وتحقّقوا ، واعتقدوا أنّ صفات اللّٰه سبحانه وتعالىٰ لا تشبه صفات الخلق ، كما أنّ ذاته لا تشبه ذوات الخلق ، تعالى اللّٰه عمّا يقول المشبّهة ، والمعطّلة علوّا كبيرا ، ولعنهم لعنا كبيرا .

''جب رسول اللہ ﷺ سے نزولِ باری تعالیٰ کے بارے میں حدیث صحیح ثابت ہوگئی ہے تو اہل سنت نے اس کا اقرار کرلیا اور فرمانِ رسول کے مطابق نزول کا اثبات کیا، انہوں نے اس میں مخلوق کے ساتھ تشبیہ کا اعتقاد نہیں رکھا، نہ اس کی کیفیت کے بارے میں بحث کی ہے، کیونکہ اس کی معرفت کی طرف کوئی راستہ نہیں ہے، انہوں نے اس بات کا علم و یقین حاصل کیا اور اس پر اعتقاد قائم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات سے مشابہت نہیں رکھتیں، جیسا کہ اس کی ذات مخلوق کی ذات سے مشابہت نہیں رکھتی، اللہ تعالیٰ مشبہۃ (صفاتِ الٰہی کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینے والوں) اور معطلۃ (صفاتِ الٰہی کا انکار کرنے والوں) کی باتوں سے بہت بلند ہے۔'' (عقيدة السلف اصحاب الحديث : ص ٥٨)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (م۴۶۳ھ) لکھتے ہیں: والّذی علیه جمهور أئمّة أهل السّنّة أنّهم يقولون ينزل كما قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، ويصدّقون بهذا الحديث ، ولا يكيّفون ، والقول فى كيفيّة النّزول كالقول فى كيفيّة الاستواء والمجىء ، والحجّة فى ذالک واحدة .

''جمہور ائمۂ اہل سنت عقیدے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نزول فرماتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا ہے، وہ اس حدیث کی تصدیق کرتے ہیں، لیکن کیفیت بیان نہیں کرتے، کیفیت کے بارے میں وہی بات کی جائے گی جو استواء علی العرش اور مجیئت (روزِ قیامت بندوں کے فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ کے آنے) والی صفات میں کی جاتی ہے (کہ ان کی کیفیت نہ ہمیں بتائی گئی ہے اور نہ ہی اس کا سوال کیا جائے گا)، اس بارے میں دلیل ایک ہی ہے۔'' (التمهيد لابن عبد البر : ١٤٣/٧)

قوام السنہ الامام ابوالقاسم الاصبہانی رحمہ اللہ (م۵۳۵ھ) لکھتے ہیں: من مذهب أهل السّنّة : الايمان بجميع ما ثبت عن النبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم فى صفات اللّٰه تعالىٰ كحديث ينزل اللّٰه تعالىٰ كلّ ليلة الى سماء الدّنيا .

''اہل سنت کے مذہب میں یہ بات شامل ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں نبیٔ اکرم ﷺ سے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

جو کچھ بھی ثابت ہے، سب پر ایمان لایا جائے، جیسا کہ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ باری تعالیٰ کی حدیث ہے۔'' (الحجة فی بیان المحجة وشرح عقیدة اهل السّنّة : ۲۹۰/۲)

نیز لکھتے ہیں: ذکر علیّ بن عمر الحربیّ فی کتاب السّنّة أنّ اللّٰہ تعالیٰ ینزل کل لیلة الی سماء الدّنیا ، قاله النّبیّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم من غیر أن یقال : کیف ؟ فان قیل ینَزِل أو یُنزِل ، قیل : یَنزِل ، بفتح الیاء وکسر الزّای ، ومن قال : یُنزِل ، بضمّ الیاء ، فقد ابتدع ، ومن قال: یُنزِل نورا وضیاء ، فهذا أیضا بدعة ، وردّ علی النّبیّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم .

''علی بن عمر الحربی رحمہ اللہ نے کتاب السّنّة میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اس بات کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی کیفیت کے بیان فرمایا ہے، اگر کہا جائے کہ وہ نازل ہوتا ہے یا نازل کرتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے، جو کہے کہ وہ نازل کرتا ہے، وہ بدعتی ہو گیا اور جو کہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نور اور روشنی نازل کرتا ہے تو یہ بھی بدعت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔''

(الحجة فی بیان المحجة وشرح عقیدة اهل السّنّة : ۲۴۸/۱۔۲۴۹)

امام عثمان بن سعید الدارمی رحمہ اللہ (م۲۸۰ھ) لکھتے ہیں: فهذه الأحادیث قد جاءت کلّها وأکثر منها فی نزول الرّبّ تبارک وتعالیٰ فی هذه المواطن ، وعلیٰ تصدیقها والایمان بها أدرکنا أهل الفقه والبصر من مشایخنا ، لا ینکرها منهم أحد ، ولا یمتنع من روایتها ، حتّی ظهرت هذه العصابة ، فعارضت آثار رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم برد وتشمّروا لدفعها بجد، فقالوا : کیف نزوله هذا ؟ قلنا : لم نکلّف معرفة کیفیّة نزوله فی دیننا ، ولا تعقله قلوبنا ، ولیس کمثله شیء من خلقه ، فنشبّه منه فعلا أو صفة بفعالهم وصفتهم ، ولکن ینزل بقدرته ولطف ربوبیّته کیف یشاء ، والکیف منه غیر معقول ، والایمان بقول رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فی نزوله واجب ، ولا یسأل الرّبّ عمّا یفعل ، کیف یفعل ، وهم یسألون ، لأنّه القادر علی ما یشاء أن یفعله کیف یشاء ، وانّما یقال لفعل المخلوق الضّعیف الّذی لا قدرة له الّا ما أقدره اللّٰہ تعالیٰ علیه کیف یصنع به ؟ وکیف قدر ؟ ولو کنتم آمنتم باستواء الرّبّ علی عرشه وارتفاعه فوق السّماء السّابعة بدءا اذا خلقها کایمان المصلّین به لقلنا لکم : لیس نزوله من سماء الی سماء بأشدّ علیه ولا بأعجب من استوائه علیها اذ خلقها بدءا ، فکما قدر علی الأولیٰ منهما کیف یشاء ، فکذلک یقدر علی الأخری کیف یشاء ، ولیس قول رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فی نزوله بأعجب من قول اللّٰہ تبارک وتعالیٰ : ﴿ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِکَةُ ﴾ (البقرة : ۲۱۰) ومن

Islamic Research Centre Rawalpindi

قوله : ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (الفجر : ۲۲) فكما يقدر على هذا يقدر على ذاك ، فهذا النّاطق من قول الله عزّ وجلّ ، وذاك المحفوظ من قول رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بأخبار ليس عليها غبار ، فان كنتم من عباد الله المؤمنين لزمكم الايمان بها كما آمن بها المؤمنون ، والّا فصرّحوا كما تضمرون ، ودعوا هذه الأغلوطات الّتى تلوون بها ألسنتكم ، فلئن كان أهل الجهل فى شكّ من أمركم ، انّ أهل العلم من أمركم لعلىٰ يقين .

''ان جگہوں میں یہ ساری کی ساری احادیث اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزول کے بارے میں ہیں، ہم نے اپنے اہل فقہ وبصیرت اساتذہ کو ان کی تصدیق کرتے اور ان پر ایمان لاتے ہی دیکھا ہے، ان میں سے کوئی ان کا انکار نہیں کرتا تھا نہ ہی ان کو بیان کرنے سے رکتا تھا، یہاں تک کہ یہ (جہمی) گروہ ظاہر ہو گیا، انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث کو رد کیا اور ان کی بڑے زور سے مخالفت کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ نزول کیسا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ ہمیں دین میں اس کی کیفیت جاننے کا مکلّف نہیں بنایا گیا، نہ ہی ہماری عقلیں اس کو سمجھ سکتی ہیں، نہ ہی مخلوق میں سے کوئی اس سے مشابہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فعل وصفت میں ان کے افعال و صفات میں تشبیہ ہی دے سکیں، البتہ (ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ) وہ اپنی قدرت اور کمال ربوبیت سے جیسے چاہتا ہے نزول فرماتا ہے، اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر ایمان لانا واجب ہے، رب تعالیٰ سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیسے کرتا ہے، ہاں بندوں سے پوچھا جائے گا، کیونکہ وہ جسے چاہے، جیسے چاہے کرنے پر قادر ہے، کیسے کرنے اور کس طرح قدرت پانے کا سوال تو اس کمزور مخلوق کے بارے میں کیا جائے گا جس کے پاس کوئی قدرت وطاقت نہیں، سوائے اس قدرت کے جو اللہ تعالیٰ اسے دے، (اے جہمی گروہ!) اگر تم اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کو پیدا کرتے وقت عرش پر مستوی ہونے اور شروع سے ہی ساتویں آسمان پر بلند ہونے پر مسلمانوں کی طرح ایمان لاتے ہو تو ہم تم سے کہتے ہیں کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف نزول آسمانوں کو پیدا کرتے وقت عرش پر مستوی ہونے سے زیادہ مشکل اور زیادہ قابل تعجب نہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ پہلے معاملے (استواء) پر اپنی چاہت کے مطابق قادر ہو گیا، اسی طرح دوسرے معاملے (نزول) پر اپنی چاہت کے مطابق قادر ہو گیا، رسولِ کریم ﷺ کا نزولِ باری تعالیٰ والا فرمان اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان دو فرمانوں سے زیادہ قابل تعجب نہیں: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (البقرة : ۲۱۰) (وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ

Islamic Research Centre Rawalpindi

اوراس کے فرشتے بادلوں کے سایوں میں آجائیں)﴿ وَجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا﴾ (الفجر : ۲۲)
(اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف در صف آئیں گے) تو جس طرح اللہ تعالیٰ ان افعال پر قادر ہے، اس نزول پر بھی قادر ہے، اُدھر آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ بولتے ہیں اور اِدھر یہ حدیث آپ ﷺ سے ایسی سندوں کے ساتھ منقول ہے کہ جن پر کوئی اعتراض نہیں، (اے جہمیو !) اگر تم اللہ کے مومن بندوں میں سے ہو تو تمہارے لیے ان احادیث پر اسی طرح ایمان لانا واجب ہے جس طرح ان کے ساتھ مومن لوگ ایمان لائے، ورنہ جو (کفر) دلوں میں چھپائے پھرتے ہو، اسے ظاہر کردو اور اپنی زبانوں کے ساتھ کی جانے والی ان باطل اور جھوٹی تاویلوں کو چھوڑ دو، اگر جاہل لوگ تمہارے بارے میں شک میں مبتلا ہیں تو اہل علم تو تمہارے معاملے (گمراہی) میں یقین پر ہیں۔'' (الرد علی الجھمیة للدارمی : ص ۹۳-۹۴)

نیز فرماتے ہیں: فادّعیٰ المعارض أنّ اللّٰہ لا ینزل بنفسه ، انّما یُنزِل أمره ورحمته ، وھو علی العرش ، وبکلّ مکان من غیر زوال ، لأنّه الحیّ القیّوم ، والقیّوم بزعمه من لّا یزول ، فیقال لھذا المعارض : وھذا أیضا من حجج النّساء والصّبیان ومن لیس عنده بیان ، ولا مذھبه برھان ، لأنّ أمر اللّٰه ورحمته ینزل فی کلّ ساعة ووقت وأوان ، فما بال النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم یحدّ لنزوله اللّیل دون النّھار ؟ وبوقت من اللّیل شطره أو الأسحار ، أفأمره ورحمته یدعوان العباد الی الاستغفار ، أو یقدر الأمر والرّحمة أن یتکلّما دونه ، فیقولا : ھل من داع ، فأجیب ؟ ھل من مستغفر ، فأغفر له ؟ ھل من سائل ، فأعطیه ؟ فان قرّرت مذھبک لزمک أن تدّعی أنّ الرّحمة والأمر ھما اللّذان یدعوان الی الاجابة والاستغفار بکلاھما دون اللّٰه ؟ وھذا محال عند السّفھاء ، فکیف عند الفقھاء ؟ قد علمتم ذلک ، ولکن تکابرون ، وما بال رحمته وأمره ینزلان من عنده شطر اللّیل ، ثمّ لا یمکثان الّا الیٰ طلوع الفجر ، ثمّ یرفعان ، لأنّ رفاعة یرویه ، یقول فی حدیثه : حتّی ینفجر الفجر ، قد علمتم ان شاء اللّٰه أنّ ھذا التّأویل أبطل باطل ، لا یقبله الّا کلّ جاھل .

''مخالف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود نزول نہیں فرماتا، بلکہ وہ خود عرش پر اور ہر جگہ رہتے ہوئے بغیر اپنی جگہ چھوڑے اپنے حکم اور اپنی رحمت کو نازل فرماتا ہے، کیونکہ وہ زندہ اور قیوم ہے، اس کے خیال میں قیوم وہ ہوتا ہے جو اپنی جگہ نہ چھوڑے، اس مخالف کو کہا جائے گا کہ یہ بھی عورتوں اور بچوں کے جیسی دلیل ہے، نیز اس شخص کی طرح جس کے پاس کوئی بات نہ ہو، نہ ہی اس کے مذہب کی کوئی دلیل ہو، وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی رحمت تو ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہے، پھر کیا بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس کے نزول کو دن کی

Islamic Research Centre Rawalpindi

بجائے رات کے ساتھ خاص فرما رہے ہیں، نیز رات کا بھی نصف یا سحری کا وقت اس کے لیے مخصوص کر رہے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا امر لوگوں کو استغفار کا حکم دیتے ہیں اور کیا وہ دونوں چیزیں ذاتِ الٰہی کے بغیر بولنے کی طاقت رکھتی ہیں کہ وہ کہیں، کیا کوئی پکارنے والا ہے، میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کیا کوئی معافی طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو معاف کروں؟ کیا کوئی سوالی ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ اپنے مذہب پر ثابت رہنے کے لیے یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ امر اور رحمت دونوں بول کر اجابت اور استغفار کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں، یہ بات کرنا تو بیوقوفوں کے حق میں بھی ناممکن ہے، چہ جائیکہ عقل مند ایسی بات کریں؟ تمہیں اس بات کا علم ہو چکا ہے، لیکن تم تکبر کا شکار ہو چکے ہو، یہ کیا ہے کہ اس کا امر اور اس کی رحمت رات کے ایک حصے میں اترتے ہیں، پھر صرف فجر طلوع ہونے تک ٹھہر کر اٹھا لیے جاتے ہیں؟ اس حدیث کے راوی سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نزول کا یہ معاملہ فجر کے طلوع ہونے تک جاری رہتا ہے، اللہ کی توفیق سے آپ نے جان ہی لیا ہوگا کہ یہ تاویل ابطل الاباطیل ہے، اسے جاہل ہی قبول کر سکتا ہے۔'' (الرد علی المریسی: ۵۱-۵۲)

الحافظ الامام المقری ابوعمر واحمد بن محمد بن عبداللہ الطلمنکی رحمہ اللہ (م ۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

وأجمعوا على أنّ اللّٰه ينزل كلّ ليلة الى سماء الدّنيا ، على ما أتت به الآثار ، كيف شاء ، لا يحدّون في ذلك شيئا .

''اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، نیز اس پر احادیث بھی موجود ہیں، یہ نزول اسی طرح ہے، جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، مسلمان اس بارے میں کسی (کیفیت کی) تعیین نہیں کرتے۔'' (مجموع الفتاوی لابن تیمیة: ۵/۵۷۷)

اس صراحت کے باوجود موجودہ دور میں جہم بن صفوان (م ۱۲۸ھ) کی ذریت نزولِ باری تعالیٰ کے متعلق احادیث کی تاویل میں پڑی ہوئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نزول کا انکار کرتے ہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خصوصی رحمت بھیجتا ہے یا حکم نازل فرماتا ہے یا فرشتہ بھیجتا ہے یا نزولِ اجلال کرتا ہے وغیرہ۔

یہ تاویل قرآن، حدیث، اجماعِ امت اور ائمہ محدثین وسلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف ہے، اس لیے یہ باطل، بلکہ ابطل الاباطیل ہے۔

اس کے باوجود یہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے نہیں تھکتے، اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلیلہ کے بارے

Islamic Research Centre Rawalpindi

میں قرآن وحدیث اجماعِ امت اور تمام ائمہ محدثین کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو ''سُنّی'' کہلانے کا کیا حق ہے؟ ہمیں ائمہ محدثین کا عقیدہ مبارک اور ان کو جہم بن صفوان (م ۲۱۸ھ)، جعد بن درہم، بشر بن غیاث المریسی (م ۲۲۸ھ)، قاضی احمد بن ابی داؤد (م ۲۴۰ھ)، واصل بن عطاء (م ۱۳۱ھ)، محمد بن حسن الشیبانی (م ۱۷۹ھ)، ابنِ عربی (م ۶۳۸ھ)، ابنِ سبعین (م ۶۶۹ھ) اور ابنِ سینا وغیرہ مبارک ہوں!

تنبیہ : اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جب نزول فرماتے ہیں تو کیا اس وقت عرش خالی ہو جاتا ہے؟ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ یہ سوال بدعت ہے، اس نزول کی کیفیت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جس کے بارے میں شریعت خاموش ہے، ہم بھی خاموش رہیں گے، صحابہ اور محدثین اس پر سکوت کرتے ہیں، ہم بھی سکوت کرتے ہیں۔ **والحمد للہ !**

فائدہ : احادیثِ نزولِ باری تعالیٰ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہے، ہر جگہ موجود نہیں، جیسا کہ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں: **وفیہ دلیل علیٰ أنّ اللہ عزّ وجلّ فی السّماء علی العرش من فوق سبع سماوات، کما قال الجماعۃ، وھو من حجّتھم علی المعتزلۃ والجھمیّۃ فی قولھم: انّ اللہ عزّ وجلّ فی کلّ مکان، ولیس علی العرش .**

''نزولِ باری تعالیٰ کے بارے میں حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پر بلند ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں، اس کے برعکس معتزلہ اور جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، عرش پر بلند نہیں ہے، یہ حدیث ان کے خلاف (زبردست) حجت ہے۔''

(التمھید لابن عبد البر : ۱۲۹/۷)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: **فعلیٰ ھذا أھل الحقّ .**

''اہل حق کا یہی عقیدہ ہے (کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہے، ہر جگہ نہیں)۔'' (التمھید لابن عبد البر : ۸۰/۲۲)

یعنی جو اللہ تعالیٰ کو عرش پر نہیں مانتا، بلکہ ہر جگہ مانتا ہے، وہ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ بلکہ تمام محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک حق پر نہیں ہے، بلکہ باطل پرست ہے۔ **والحمد للہ علی ذلک !**

الحاصل : نزولِ باری تعالیٰ صفاتِ باری تعالیٰ میں سے ایک صفتِ فعلیہ ہے اور یہ نزول حقیقی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنۂ انکارِ حدیث ①

حافظ ابو یحییٰ نور پوری

ایک مسلمان کے لیے جس طرح قرآنِ کریم پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی طرح نبیٔ اکرم ﷺ کے فرامین کو بھی بلا چوں چراں تسلیم کرنا اور ان کی تعمیل کرنا بھی فرض ہے، کیونکہ قرآنِ کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا، وہاں اپنے نبی کی اطاعت وفرمانبرداری کو بھی حتمی قرار دیا ہے، اس لیے کہ کلامِ الٰہی کو سمجھنا توضیحِ رسول پر موقوف ہے، مثلاً قرآنِ کریم میں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، روزہ رکھنے، حج کرنے اور دیگر شرعی احکام کو بجا لانے کا اجمالی حکم موجود ہے، تفصیل اور طریقۂ ادائیگی کا علم تو ارشاداتِ نبوی کی رہنمائی سے ہی ممکن ہوگا، رسولِ کریم ﷺ کے انہی ارشادات کو جمع و محفوظ اور ملاوٹ سے مامون رکھنے کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر ہی محدثین نے اپنی زندگیاں وقف کیں، تب یہ ذخیرۂ حدیث ہم تک پہنچا، اور پہنچتا بھی کیوں نہ کہ یہ دین ہے اور دین کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے، یہی ارشاداتِ نبوی کتبِ احادیث کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں، ان کتب میں محدثین نے سندوں کا اہتمام کر کے ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین میں اس کی مثال نہیں ملتی، گویا یہ قیامت تک کے لیے اسلام کا ایک معجزہ ہے۔

امامِ بخاری رحمہ اللہ اور ان کی عظیم الشان کتاب ''صحیح بخاری'' کو جو مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوا اور تمام اہلِ اسلام نے متفقہ طور پر صحیح بخاری کو جس قدر کامل یقین سے قبول کیا، وہ محتاجِ بیان نہیں، یہی وجہ ہے کہ منکرینِ حدیث کو احادیثِ رسول ﷺ کا یہ صحیح ترین مجموعہ ایک آنکھ نہیں بھاتا، کیونکہ اس کتاب کی صحت ان کے انکارِ حدیث پر ضربِ کاری ہے، لہٰذا امتِ مسلمہ کے اتفاق کو لات مارتے ہوئے انہوں نے صحیح بخاری پر اعتراضات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے، لیکن ان ناعاقبت اندیشوں کو شاید یہ معلوم نہیں کہ صحیح بخاری پر اعتراض چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے، چنانچہ ان کے اعتراضات صحیح بخاری کی شان کم کرنے کے بجائے ان کی اپنی دروغ گوئی، لاعلمی اور جہالت کا پول کھولتے ہیں۔

پھر یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان معترضین کو اپنے اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے کے لیے عموماً امام بخاری رحمہ اللہ کی ذات ہی نظر آتی ہے، حالانکہ جن صحیح احادیث پر یہ لوگ حملہ کرتے ہیں، وہ امام بخاری رحمہ اللہ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کے علاوہ ان سے پہلے اور بعد کے دوسرے محدثین نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ بیان کی ہوتی ہیں ،لیکن چونکہ ذخیرۂ حدیث میں صحیح بخاری کو سب سے اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے، لہٰذا ان کی ہر چند یہ کوشش ہوتی ہے کہ احادیثِ نبوی کے اسی صحیح ترین مجموعہ کو مشکوک بنا دیا جائے تا کہ عوام کے ذہن سے دوسری کتبِ حدیث کی وقعت خود بخود ختم ہو جائے ،مگر ان کی یہ کوشش کبھی بھی ثمر آور نہ ہو سکے گی ۔ان شاء اللہ !

شبیر احمد از ہر میرٹھی نامی ایک شخص نے ''صحیح بخاری کا مطالعہ، بخاری کی کچھ کمزور احادیث کی تحقیق و تنقید'' کے نام سے ایک ایسی ہی بے کار کوشش کی ہے ،آیئے عدل وانصاف کے ترازو میں اس فضول کاوش کا وزن کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ تحقیق وتنقید کی کسوٹی پر ان کے یہ اعتراضات پرِ کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے ، بلکہ صحیح بخاری پر ان کی یہ خامہ فرسائی خود ان کی رسوائی کا سبب بنی ہے ،انہوں نے صحیح بخاری کو انکارِ حدیث کی عینک لگا کر پڑھا ہے ،واضح بات ہے کہ اس صورتِ حال میں اعتراضات کے سوا اور کسی ردِّ عمل کی توقع نہیں ہو سکتی تھی ،اس طریقے سے تو اگر کسی نے قرآنِ کریم کا بھی مطالعہ کیا ہے تو اسے بھی اعتراضات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا ،مشرکینِ مکہ نے کیا قرآنِ مجید پر طرح طرح کے اعتراضات نہیں کیے تھے؟ اور مزے کی بات یہ ہے کہ منکرینِ حدیث کی طرح منکرینِ قرآن کا بھی بڑا اعتراض یہی تھا کہ قرآن کا کلامِ الٰہی ہونا ہماری عقل میں نہیں آتا ، یہ اللہ کی کلام نہیں ، بلکہ خود گھڑ لیا گیا ہے ،حالانکہ اگر قرآنِ کریم کے لطیف معانی ان کی عقل میں نہ آتے تھے تو ان کا فرض اپنی عقل کا قصور تسلیم کر کے اس الٹی عقل کو سیدھا کرنا تھا ، نہ کہ قرآنِ کریم کا انکار کرنا ،اب کے منکرینِ حدیث بھی صحیح بخاری کی احادیث پر بے تکے اعتراضات کرتے ہوئے بڑے زور سے کہتے ہیں:

''کیا یہ ممکن ہے؟ اگر کوئی کہے کہ یہ ممکن ہے تو محال و ناممکن ، بے معنیٰ بات ہے۔۔۔۔ظاہر ہے کہ یہ بات بالکل عقل میں آنے والی نہیں ہے۔۔۔۔ ہرگز سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔۔۔۔''

(''صحیح بخاری کا مطالعہ''، حصہ اول : ۱۴۸۔۱۵۱)

حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اپنی عقلِ نارسا کا علاج کرواتے اور اسے اس قابل بناتے کہ احادیثِ نبویہ ان کی سمجھ میں آجاتیں ،لیکن انہوں نے ان پر اعتراضات کرنے کی ٹھان لی ہے ،اگر اسی طرح کوئی منکرِ قرآن کہہ دے کہ قیامت وغیرہ کے حالات کے بارے میں قرآنی تبصرہ جات میری عقل تسلیم نہیں کرتی تو کیا وہ حق پر ہوگا؟ جو جواب قرآنِ کریم کی طرف سے منکرینِ قرآن کو دیا جائے گا ،وہی صحیح حدیث کی طرف سے منکرینِ

Islamic Research Centre Rawalpindi

حدیث کو دے دیا جائے گا۔

پھر اس سے بڑھ کر عقل کا دشمن کون ہوگا جو آج اٹھ کر امام بخاری سمیت تمام محدثین وفقہاء اور سلف صالحین کو فہمِ حدیث سے کورا قرار دے کر خود کو بڑا محقق و ناقد خیال کرتا پھرے، جیسا کہ شبیر احمد ازہر میرٹھی صاحب نے لکھا ہے:

''اسے پڑھنے والوں کے دلوں میں یہ خلش ضرور پیدا ہوگی کہ صحیح بخاری بڑی معروف و مستند اور مقبولِ عام کتاب ہے، جب سے یہ کتاب معرضِ وجود میں آئی ہے، ہر دور میں ہزاروں کی تعداد میں طلبۂ علم مدارسِ دینیہ میں صحیح بخاری پڑھنے سننے کا شرف حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور سند و دستارِ فضیلت پاتے ہیں، بلند پایہ علمائے کرام کے جمِ غفیر نے یکے بعد دیگرے اس کی مبسوط شرحیں لکھی ہیں، لیکن کسی شارح، کسی محشّی اور کسی مستند عالم نے یہ کہنے کی جسارت نہیں کی کہ اس أصحّ الكتب بعد كتاب الله میں بے سروپا اور باطل حدیثیں بھی ہیں، جو بات متقدمین ومتاخرین علمائے عظام میں سے کسی پر نہیں کھلی، وہ اس کس میرس شخص شبیر احمد ازہر میرٹھی پر کیسے کھل گئی؟۔۔۔

۔۔۔ٹھیک ہے کہ مجھ سے پہلے کسی نے اول سے آخر تک صحیح بخاری کی ہر حدیث کو اس انداز سے (انکارِ حدیث کی عینک لگا کر۔ از ناقل) نہیں پڑھا، اسی لیے کوئی صاحبِ نظر ان اغلاط سے واقف بھی نہیں ہوا جن سے میں واقف ہوا ہوں۔۔۔

اور دیگر ثقہ محدثین کی طرح بخاری کے یہاں بھی بھول چوک اور قصورِ بیان وغلط فہمی کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔۔۔'' (''صحیح بخاری کا مطالعہ'' حصہ دوم: ۳۸۲۔۳۸۴)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ کتنی بے باکی سے یہ ''محقق و ناقد'' صاحب سب سلف صالحین کی عقل کو ناقص قرار دیتے ہوئے اپنے آپ کو سب سے بڑا عقل مند تصور کر رہے ہیں، یہ محض ان کی خوش فہمی ہے، ورنہ عام تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ اپنے علاوہ سب لوگوں کی عقل کو مطعون کرنے والا درحقیقت خود بے عقل اور پاگل ہوتا ہے، ایسے آدمی کو پہلی ہی فرصت میں دماغی امراض کے خصوصی ہسپتال میں داخل کروا دینا چاہیے۔

امام بخاری رحمہ اللہ یقیناً ایک انسان تھے، ان سے خطا ونسیان کا صدور یقیناً ممکن تھا، لیکن منکرینِ حدیث کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم صرف ان کے صحیح کہہ دینے کی بنا پر یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ صحیح بخاری کی تمام ''مرفوع، متصل'' احادیث صحیح ہیں، بلکہ امت کے اس کی صحت پر اتفاق کر لینے کی وجہ سے یہ دعویٰ کرتے ہیں اور امت کا

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اجماع بالاتفاق ایک معصوم شرعی دلیل ہے، کیونکہ بقولِ رسولِ کریم ﷺ امتِ مسلمہ کبھی گمراہی پر اجماع نہیں کر سکتی (المستدرك للحاكم : ۱/ ۲۰۰، وسندهٗ صحيحٌ)، جب کسی بات پر مسلمانوں کا اجماع ہو جائے تو یہ اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

نیز صحیح بخاری کی صحت پر پوری امتِ مسلمہ کے اجماع و اتفاق کے باوجود ان کو جو اس میں بھول چوک، قصورِ بیان اور غلط فہمی کی سینکڑوں مثالیں ملی ہیں تو کیا یہ خود کو غلط فہمی سے مبرا سمجھتے ہیں؟ کیا عجب ہے کہ ان کو ساری امتِ مسلمہ کے اتفاقی فیصلے میں جو غلط فہمیاں نظر آئی ہیں، وہ درحقیقت ان کی اپنی ہی غلط فہمیاں ہوں اور یقیناً ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے، پھر انہی غلط فہمیوں پر یہ خوش فہمی کا شکار ہوئے بیٹھے ہیں!!!

اسی خوش فہمی یعنی غلط فہمی میں انہوں نے صحیح بخاری کے متعلق امتِ مسلمہ کے اجتماعی عقیدے کو ''ایک مبالغہ آمیز بات'' قرار دیا ہے، کہتے ہیں:

''عموماً اہل علم و نظر کو صحیح بخاری کی حدیثوں کو پرکھنے سے تین وجوہ نے روکا ہے، اول یہ کہ کسی نے اس کے متعلق یہ مبالغہ آمیز بات کہہ دی تھی کہ أصحّ الكتب بعد كتاب الله صحيح البخاريّ ، ایسی ہی مبالغہ آمیز بات پہلے امام مالک کی مؤطا کے متعلق کہی گئی تھی مگر صحیح بخاری کے متعلق کہی گئی بات زیادہ پھیل گئی، بے علم واعظین اور غیر محتاط مصنّفین نے اسے خوب ہوا دی۔۔۔'' (''صحیح بخاری کا مطالعہ'' حصہ دوم : ۳۸۳)

اس حدیث اور محدثین دشمنی کا کیا کیا جائے؟ ایسی عقل پر تو ماتم ہی کیا جا سکتا ہے جو امت کے کبار علمائے کرام و محدثین عظام کو بے علم واعظین اور غیر محتاط مصنّفین قرار دیتی ہے، جبکہ شارحِ مسلم حافظ نووی، حافظ ابن الصلاح، حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن ملقن اور شارحِ بخاری حافظ ابنِ حجر وغیرہم رحمہم اللہ نے صحیح بخاری کو أصحّ الكتب بعد كتاب الله قرار دیا ہے۔

یقیناً امت کے اجماع و اتفاق کو ٹھکرانے اور علمائے امت کو بے علم اور غیر محتاط قرار دینے والا شخص خود ''چور بھی کہے چور چور'' کا مصداق ''بے علم واعظ اور غیر محتاط مصنف'' ہے۔

اسی پر بس نہیں، بلکہ انہوں نے احادیثِ نبوی کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کرنے والے راویانِ حدیث اور ائمہ دین کے خلاف بکواس کر کے اپنی عقبیٰ بھی خراب کر لی ہے، قارئین ذرا ان کی واہی تباہی ملاحظہ فرمائیں:

''عموماً راویانِ احادیث عقل و فہم سے بے بہرہ تھے، نقل کرنے کے لیے عقل کی ضرورت کے قائل نہ تھے۔'' (''صحیح بخاری کا مطالعہ'' حصہ اول : ۲۷۔۲۸)

Islamic Research Centre Rawalpindi

یہ بھی حقیقت ہے کہ موصوف ایک ایک محدث کی شان میں گستاخی کرنا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے تھے، اہل اسلام کے جذبات سے کھیلتے ہوئے انہوں نے محسنینِ اسلام اورسب مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام کبار محدثین کے بارے میں جو بکواسات بکی ہیں، ان کی ایک جھلک قارئین کی نظر کی جاتی ہے :

امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''رہے زہری سے لے کر بخاری وغیرہ تک اسے روایت کرنے والے محدثین تو ان غریبوں کو بس شیخ سے سنی ہوئی سندیں اور حدیثیں یاد کر لینے ،لکھ لینے اور پھر روایت کرنے کے مشغلہ نے اتنی فرصت ہی نہ دی تھی کہ قرآن کو سمجھ بوجھ کر پڑھتے ۔۔۔'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ۳۰۵/۲)

صحیح بخاری کی ایک حدیث کو قرآن میں تحریف قرار دیتے ہوئے یوں ہرزہ سرائی کرتے ہیں:

''وہ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرما دیا ہے، ورنہ تابعین واتباعِ تابعین کے بعد محدثین اور راویانِ اخبار نے اس میں تحریفات کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ۱۸۱/۱۔۱۸۲)

نیز امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کاش محدثین کا یہ نہایت غیر عاقلانہ طرزِ کار نہ ہوتا جو علم وطلبِ علم کے بالکل منافی ہے۔'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ۲۸۸/۲)

اسی طرح عقل کے ان دشمنوں نے صحیح بخاری کی دیگر بہت سی روایات کو بھی ''نامعقول، بے ہودہ، فضولیات اور الٹی سیدھی غلط سلط باتیں'' قرار دیا ہے۔(دیکھیں "صحیح بخاری کا مطالعہ" : ۳۱/۱، ۳۲، ۴۳)

امام مسلم رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ''امام مسلم نے بھی اپنی کتاب صحیح مسلم میں یہ جھوٹی کہانی ثبت فرما دی تھی۔'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ۳۱/۲)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے متعلق انتہائی غلیظ زبان استعمال کی ہے، کہتے ہیں:

''اس کو تخریج کرنے کی شدید احمقانہ غلطی ابوداؤد سجزی نے کی ہے'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ۳۶/۲)

امام ترمذی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ''نہ معلوم ترمذی نے یہ حدیث اپنی کتاب میں ذکر کر کے کس اجر وثواب کی توقع کی تھی؟'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ۱۰۱/۱)

امام ابنِ ماجہ اور ان کے اساتذہ رحمہم اللہ کے بارے میں ان کی ''بک بک'' کچھ اس طرح ہے:

''یہ بات نقل کرتے ہوئے نہ ابنِ ماجہ نے کچھ عقل سے کام لیا، نہ ان کے شیخ علقمہ بن عمرو دارمی نے، نہ ان کے شیخ ابوبکر بن عیاش نے۔'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ۳۸/۱)

Islamic Research Centre Rawalpindi

اور تو اور موصوف نے صحابہ کرام پر بھی طعن کرنے سے احتراز نہیں کیا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''پھر ابو ہریرہ سے یہ غلطی ہوئی۔۔۔'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ": ٢/٢٥٤)

نیز صحابیٔ رسول سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مشکوک قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ حقیقت بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے وقت براء بن عازب نابالغ اور تقریباً نوسالہ بچے تھے، اکابر صحابہ میں سے کسی سے بھی یہ حدیث مروی نہیں ہے۔''

("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ١/٤٦)

صحابہ کرام کی نفوسِ قدسیہ کی ''غلطیاں'' نکالنے کی حرکتِ شنیعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ موصوف دراصل رافضی ہیں اور تقیہ کر کے مسلمانوں کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں اور یوں دینِ اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔

کاش کہ جہالت وظلمت کے اندھیروں میں مشعلِ راہ ثابت ہونے والے سلف صالحین ومحدثین کو ''بے عقل'' اور ''احمق'' کہنے والے احمقوں کی مائیں ہی بانجھ ہو جاتیں، وہ پیدا ہی نہ ہوتے، تاکہ ہمیں آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا!

پھر ان کا یہ جھوٹ بھی بکری کو اونٹ کہنے کے مترادف ہے کہ ''کوئی صاحبِ علم ان اغلاط سے واقف نہیں ہوا جن سے میں ہوا ہوں''، حالانکہ ہماری آئندہ کی وضاحت سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ ان کے جتنے بھی بڑے بڑے اعتراضات ہیں، صدیوں پہلے محدثین نے ان کا ذکر کیا ہے اور وہ ان کے شافی و کافی جوابات دے کر بخاری کے دفاع کا فریضہ سرانجام دے چکے ہیں۔

چونکہ حدیثِ نبوی کا دفاع ہمیں محدثین کرام سے وراثت میں ملا ہے، لہٰذا ہر دور میں حدیث کے خلاف اٹھنے والی آواز کو اہل الحدیث نے دبایا ہے، سلف صالحین کی پیروی میں ہم بھی اس کتاب میں صحیح بخاری پر کیے گئے ایک ایک اعتراض کا جواب قرآن وسنت اور فہمِ سلف کی روشنی میں پیش کریں گے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے ان کی بے عقلی اور بے وقوفی کو نشانِ عبرت بنادیں گے۔ان شاء اللہ

سرِ دست ہم حدیثِ افک پر وارد کیے گئے تمام اعتراضات کا منصفانہ جائزہ پیش کرتے ہیں۔

حدیثِ افک پر اعتراضات اور ان کے جوابات :

اجمالی جواب

بخاری ومسلم کی احادیث کے صحیح ہونے پر امت کے اجماع والی قطعی دلیل تو ہے ہی، لیکن اس سے قطع

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

نظر خود حدیثِ افک کی صحت پر بھی ساری امت کے محدثین کا اجماع واتفاق ہے، شروع سے لے کر آج تک کے علماء ومحدثین نے عقیدے، تفسیر، حدیث، لغت اور دیگر کتابوں میں اس حدیث سے حجت لی ہے، آیئے اس کا سرسری سا خاکہ دیکھتے ہیں:

حدیثِ افک عقائد میں : درجِ ذیل ائمہ کرام نے حدیثِ افک کو عقیدہ کی کتابوں میں ذکر کیا ہے:

① ☆ امام عبداللہ بن احمد بن حنبل (۲۱۳ـ۲۹۰ھ) (السّنة لعبدالله بن احمد : ١/١٤٣)، ② ☆ امام آجری (م ۳۶۰ھ) (الشریعه : ٥/١١٩)، ③ امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) (الاسماء والصفات للبیهقی : ٢/٤٥) وغیرہم رحمہم اللہ

دین میں عقیدے کی اہمیت کسے معلوم نہیں، کیا جو "کہانی شروع سے آخر تک جھوٹ ہی جھوٹ" ہو، اس سے محدثین نے مسلمانوں کو عقیدہ ثابت کر کے دیا ہے؟ اس پر طرہ یہ کہ کسی ایک نے بھی ان کے اس کام کو غلط قرار نہیں دیا، کیا سلف صالحین اپنے عقیدے کی بنیاد جھوٹی کہانیوں پر رکھتے تھے۔

حدیثِ افک کو جھوٹ قرار دینا (نعوذ باللہ) سلف صالحین کو بدعقیدہ قرار دینے کی ایک خفیہ سازش ہے اور جو شخص سلف صالحین کے بارے میں ایسا ذہن رکھتا ہے، اس کی گمراہی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

حدیثِ افک تفسیر میں : درجِ ذیل علمائے تفسیر نے اس حدیث کو سورۂ نور کی تفسیر میں پیش کیا ہے:

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) (تفسیر طبری: ١٩/١٢٠)، امام ابن ابی حاتم (م ۳۲۷ھ) (تفسیر ابن ابی حاتم : ١٠/٤٤)، حافظ ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی (م ۵۱۰ھ) (معالم التنزیل : ٦/١٨)، امام ابنِ کثیر (۷۰۰ـ۷۷۴ھ) (تفسیر ابنِ کثیر : ٣/٣٢٧)، علامہ رازی (۵۴۴ـ۶۰۶ھ)، علامہ قرطبی (م ۶۷۱ھ)، علامہ سیوطی (۸۴۹ـ۹۱۱ھ) وغیرہم رحمہم اللہ۔

سب مفسرین کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا، صرف اتنی بات یاد رہے کہ صحابہ کرام وتابعین عظام سے لے کر آج تک جتنے بھی مسلمانوں نے قرآنِ کریم کی تفاسیر لکھی ہیں، سب نے بالاتفاق سورۂ نور کی آیت مبارکہ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ...﴾ (النور : ١١) کی تفسیر میں اسی حدیثِ افک کو ہی اس آیت کا شانِ نزول بتایا ہے، بلکہ اس کی صحت پر سب کا یقین بھی تھا، بعض نے اس بات کی صراحت بھی کر دی ہے، جیسا کہ

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

وسبب نزولها ما رواه الأئمّة من الحديث الافک الطّويل فی قصّة عائشة رضوان اللّٰه عليها ، وهو خبر صحيح مشهور ، أغنی اشتهاره عن ذکره ، وسيأتی مختصرا .

''اس آیت کا شانِ نزول وہ لمبی حدیثِ افک ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے، یہ حدیث صحیح ومشہور ہے، اس کی شہرت نے یہاں اس کے تذکرے کی ضرورت کو ختم کر دیا ہے، عنقریب اس کا مختصر بیان آئے گا۔'' (تفسیر القرطبی : ۱۹۷/۱۲)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین الرازی (م۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

وأجمع المسلمون علی أنّ المراد ما أفک به علی عائشة .

''تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ اس آیت سے مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت والا واقعہ ہے۔'' (تفسیر الکبیر للرازی : ۲۶۶/۱۱)

ہمارا میرٹھی صاحب سے سوال ہے کہ علامہ رازی سے پہلے کسی مسلمان سے اس حدیث کا انکار ثابت کریں، ورنہ اجماعِ امت سے کنارہ کش ہو کر قرآن وسنت کے خلاف گمراہی والا راستہ اختیار نہ کریں۔

ان سے سوال ہے کہ کیا صحابہ وتابعین اور ائمہ محدثین میں سے کسی کو آپ جتنی بھی عقل نصیب نہیں ہوئی تھی، اگر اس بات میں کوئی وزن ہوتا تو سب نہیں، چلو کوئی ایک محدث ہی آپ کی طرح یہ کہہ دیتا کہ ''افک کی کہانی جو شروع سے آخر تک جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔''

ایسی عقل تو اللہ تعالیٰ کسی دشمن کو بھی نہ دے جو ساری کائنات کی عقلوں کو ناقص قرار دے کر اپنے آپ کو کامل قرار دے!!!

حدیثِ افک کتبِ حدیث میں : جب سے تدوینِ حدیث کا آغاز ہوا ہے، ائمہ محدثین بالتواتر حدیثِ افک کو اپنی کتابوں میں درج فرماتے آئے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے درجِ ذیل محدثین نے اس حدیث کو اپنی سند سے بیان کیا تھا:

امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ) (مصنف عبدالرزاق : ۴۱۰/۵)، **امام حمیدی (م۲۱۹ھ)** (مسند الحمیدی :)، **امام اسحاق بن راہویہ (م۲۳۸ھ)** (مسند اسحاق بن راھویہ : ۵۲۵/۲)، **امام ابنِ ابی شیبہ (م۲۳۵ھ)** (مصنف ابنِ ابی شیبۃ : ۴۱۰/۵)، **امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ)** (مسند الامام احمد : ۱۹۴/۶) رحمہم اللہ۔

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

امام بخاری رحمہ اللہ کے ہم عصروں میں سے درجِ ذیل محدثین نے حدیثِ افک کو اپنی کتب میں جگہ دی ہے:

امام مسلم (صحیح مسلم : ۲۷۷۰)، **امام ابوداؤد** (سنن ابی داوٗد : ۴۷۳۵)، **امام نسائی** (الکبری : ۱۱۲۵۱)، **امام ابنِ ماجہ** (سنن ابنِ ماجہ : ۲۳۴۷)، **امام ابن الجارود** (المنتقیٰ : ۷۲۳)، **امام دارمی** (سنن دارمی : ۲۴۲۳) رحمہم اللہ۔

امام موصوف کے بعد آنے والے ان محدثین کرام نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام ابنِ حبان (صحیح ابن حبان : ۷۱۰۳)، **امام بیہقی** (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۳۶/۱۰)، **امام طبرانی** (المعجم الکبیر للطبرانی : ۸۳/۲۳)، **امام ابویعلیٰ** (مسند ابی یعلیٰ : ۳۴۸/۸) رحمہم اللہ۔

پھر امت نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق بھی کر لیا تھا، کسی نے اسے باطل یا جھوٹی نہیں کہا۔

کیا میرٹھی صاحب کے خیال میں وہ ائمہ حدیث جن کے ذریعے حدیث ان تک پہنچی ہے، سب کے سب حدیث کے فہم میں فیل تھے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ان کے اپنے فہم کی خرابی ہے، جس کا وہ دوسروں کو الزام دے رہے ہیں، **المرء یقیس علی نفسه** (آدمی دوسروں کو اپنے آپ پر قیاس کرتا ہے) والا عربی مقولہ ان پر حرف بحرف صادق آ رہا ہے۔

تفصیلی جوابات

صحیح بخاری پر ان کے اعتراضات عموماً تین طرح کے ہوتے ہیں:

۱☆ اصولی اعتراضات ۲☆ تاریخی اعتراضات ۳☆ عقلی اعتراضات

آیئے بالترتیب ان کا جائزہ لیتے ہیں:

☆اصولی اعتراضات : اس عنوان سے کوئی یہ دھوکا نہ کھا بیٹھے کہ شاید ان کے صحیح بخاری پر یہ "اصولی اعتراضات" اصولوں کے مطابق ہوتے ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ ان اعتراضات کا تعلق اصولِ حدیث سے ہوتا ہے، یہ اور بات ہے کہ یہ نہایت بے اصولی پر مبنی ہوتے ہیں، کیونکہ ان کے ہاں محدثین کی قدر و قیمت کیا ہے؟ یہ تو آپ انہی کے بقول معلوم کر چکے ہیں، لہٰذا محدثین کے اصولوں کو ماننا ان کے کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

اس حدیث پر انہوں نے پانچ اصولی اعتراضات وارد کیے ہیں:

Islamic Research Centre Rawalpindi

اعتراض نمبر ۱ : ''ابنِ شہاب زہری کا بیان یہ ہے کہ میں نے یہ قصہ کچھ سعید بن مسیّب سے سنا ہے، کچھ عروہ بن زبیر سے، کچھ علقمہ بن وقاص لیثی سے، کچھ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے، ان میں سے کسی نے مجھے پورا قصہ نہیں سنایا، مگران چاروں سے سنی ہوئی باتوں کو جوڑنے سے پورا قصہ یہ بنتا ہے۔۔۔پس اس اسناد میں دو قصور ہیں، اول یہ کہ راوی تو ثقہ ہیں اور زہری نے ان کا نام بتایا ہے کہ وہ فلاں اور فلاں چار اشخاص ہیں، لیکن ان میں سے کسی بھی راوی کی بیان کردہ بات زہری نے متعین طور پر نہیں بتائی، پس راوی معلوم ہے اور مروی مجہول اور یہ ضعف کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، جیسے وہ روایت ضعیف و غیر معتبر ہے جس میں راوی مجہول اور مروی معلوم ہو، اسی طرح وہ روایت بھی ضعیف و غیر معتبر ہے جس میں راوی معلوم ہو اور مروی مجہول ہو۔'' (''صحیح بخاری کا مطالعہ'' حصہ اول : ۱۷۴۔۱۷۵)

جواب : یہ اتنا ہی بڑا ہی جھوٹ ہے جتنا دن کو رات قرار دینا، اگر اس ''اصول'' کی کوئی دلیل ہوتی تو پیش کی جاتی، نہ معلوم اسے ''ضعف کے اسباب میں سے ایک سبب'' کس نے شمار کیا ہے؟ ورنہ عقل سے بھی کام لیا جائے تو بھی یہی معلوم ہوگا کہ ہر جگہ مروی کا مجہول ہونا روایت کے ''ضعف'' کا سبب نہیں بنتا، کیونکہ اگر چار راویوں میں سے کوئی ایک یا زائد راوی نا قابل اعتبار ہوں اور سب کی بات اکٹھی بیان کر دی جائے تو پھر روایت کے جس حصے سے بھی استدلال کیا جائے گا، وہاں احتمال ہوگا کہ شاید یہ ''ضعیف'' راوی کا بیان کردہ ہو، لیکن جب چاروں راوی ''ثقہ'' ہوں تو پھر جس حصے سے بھی دلیل لی جائے، کوئی اعتراض عقلی طور پر بھی وارد نہیں ہونا چاہیے، رہی اصولِ محدثین کی بات تو آج تک کسی محدث نے ایسی صورت میں روایت کے ''ضعیف'' ہونے کا حکم نہیں لگایا، بلکہ وہ اسے موجبِ جرح خیال نہیں کرتے تھے، جیسا کہ اسی حدیثِ افک کی صحت پر محدثین، مفسرین اور دوسرے علمائے دین کا اجماع و اتفاق کرنا ہم نے بیان کر دیا، کوئی منکرِ حدیث دنیا کے کسی ایک محدث سے بھی حدیثِ افک کا ''ضعیف'' ہونا ثابت تو کرے، الحمد للہ! ہماری اس بحث سے محدثین کرام کا ایک اجماعی و اتفاقی اصول ثابت ہو گیا ہے کہ جب سب راوی معلوم و ''ثقہ'' ہوں اور مروی، یعنی روایت کردہ حدیث مجہول ہو تو اس پر کوئی کلام نہیں ہوگی، اس کو ''ضعیف'' کہنے والا مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا گمراہ اور شیطان کا ہمنوا ہے۔

اعتراض نمبر ۲ : ''دوسرا قصور یہ ہے کہ ان چاروں میں سے کسی راوی کی یہ تصریح مذکور نہیں

Islamic Research Centre Rawalpindi

کہ اس نے خود ام المؤمنین سے یہ قصہ سنا تھا اور ظاہر عبارت سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ ان چاروں کو دیگر اشخاص نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کر کے یہ قصہ سنایا تھا، کیونکہ اگر سعید بن مسیّب وعلقمہ بن وقاص وعروہ بن زبیر وعبیداللہ بن عبداللہ نے راہِ راست حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ قصہ سنا ہوتا تو عبارت یوں ہوتی: ذكروا أنّهم سمعوا عائشة الصّديقة تقول يا ذكروا أنّ عائشة حدّثتهم ، قالت..

پس فی الواقع یہ زہری کی مرسل یعنی منقطع روایت ہے، یعنی ہم یہ تو یقین رکھتے ہیں کہ زہری نے یہ داستان خود نہیں گھڑی، بلکہ فی الواقع مجموعی طور پر یہ داستان زہری نے سعید بن مسیّب وعروہ بن زبیر وعلقمہ و عبیداللہ بن عبداللہ سے سنی تھی، لیکن ان چاروں شخصوں نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ قصہ نہیں سنا تھا، بعض اشخاص نے انہیں بتا دیا تھا کہ ام المؤمنین نے یہ بیان کیا تھا، وہ کون اشخاص تھے؟ اس کا علم نہیں، پس سند کے اعتبار سے یہ روایت کے زہری کی مرسل روایات میں سے ہے جو بہ اتفاقِ اہل علم نا قابل اعتماد اور عموماً غلط ہوتی ہیں، اہل علم نے کہا ہے: **مراسيل الزّهري شرّ المراسيل** .'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ": ۱۷۵-۱۷۶)

جواب : یہ اعتراض منکرینِ حدیث کے اصولِ حدیث سے لاعلم ہونے کی واضح دلیل ہے، کیونکہ محدثین نے روایت کے صحیح ہونے کے لیے سماع کی تصریح کی شرط صرف خاص قسم کے راویوں کے لیے لگائی ہے، جن کو اصطلاحِ محدثین میں ''مُدلِّس'' کہتے ہیں، یعنی ایسے راوی جو اپنے استاذ کا نام چھوڑ کر ایسے اگلے راوی سے سماع کے احتمال والے لفظوں کے ساتھ حدیث بیان کر دیتے ہیں، جس سے انہوں نے اور احادیث تو سنی ہوتی ہیں، لیکن یہ حدیث نہیں سنی ہوتی، اور الحمد للہ صحیح بخاری کے ان چاروں راویوں میں سے ایک بھی راوی ایسا نہیں جو ''مُدلِّس'' ہو، اگر منکرینِ حدیث میں ہمت ہو تو آزمالیں، ورنہ صحیح بخاری جو امت کے اجماعی فیصلے کے مطابق صحیح ہے، اس پر فضول اور جاہلانہ اعتراضات نہ کریں۔

منکرینِ حدیث کی جہالتِ مطلق : اس اعتراض سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ منکرینِ حدیث اصولِ حدیث سے تھوڑا بہت نہیں، بلکہ مطلق طور پر جاہل ہوتے ہیں، رہی عقل کی بات تو صحیح بخاری کی مخالفت نے ان کی رہی سہی ''مَت'' بھی ماردی ہے، ملاحظہ فرمائیں کہ میرٹھی صاحب نے اس روایت کو زہری کی مراسیل میں سے شمار کیا ہے، حالانکہ **اولاً** تو راجح قول کے مطابق ''مرسل'' کی تعریف یہ ہے کہ کوئی تابعی ڈائریکٹ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے، لہٰذا یہ روایت ''مرسل'' ہے ہی نہیں،

Islamic Research Centre Rawalpindi

بلکہ ''منقطع'' ہے، **ثانیاً** اگر اس ''منقطع'' روایت کو مرجوح قول کے مطابق ''مرسل'' شمار کر بھی لیا جائے تو بھی یہ ''زہری کی مرسل'' نہیں ہوگی، زہری کی ''مرسل'' وہ ہوگی جو زہری ایسے راوی سے بیان کرے، جس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو، حالانکہ خود منکرِ حدیث صاحب صراحت کر رہے ہیں کہ امام زہری نے یہ روایت مجموعی طور پر ان چاروں اساتذہ سے سنی ہے، **ثالثاً** محدثین اہل علم کا یہ جو قول زہری کی مراسیل کے بارے میں پیش کیا گیا ہے، وہ زہری کی ان روایات کے بارے میں ہے جو زہری نے ڈائریکٹ رسولِ کریم ﷺ سے بیان کی ہیں، نہ کہ ان روایات کے بارے میں جو زہری رحمہ اللہ نے اپنے اساتذہ سے سنی ہیں، اگر سند میں موجود اوپر والے راویوں کا ارسال پچھلے راویوں کی طرف منسوب کرنا صحیح ہو تو پھر اسے منکرینِ حدیث کے مطابق ''مرسلِ بخاری'' کہنا زیادہ بجا ہونا چاہیے نہ کہ ''مرسلِ زہری''۔

یہ ہے منکرینِ حدیث کا مبلغِ علم اور اعتراض کرتے ہیں امت کے اجماعی فیصلے ''صحیح بخاری'' پر!

اعتراض نمبر ۳ : ''زہری کی یہ روایت غزوۂ بنی المصطلق کے تحت جو امام بخاری نے درج فرمائی ہے، اس میں ہے۔۔۔ أُخبِرتُ أنّه كان يشاع ويتحدّث به عنده ....

أُخبِرتُ کے معنیٰ ہیں، مجھے خبر دی گئی، کس نے دی اس کا ذکر نہیں، لم يُسَمَّ من أهل الأفك... کے معنیٰ ہیں، افک والوں کے بارے میں سے صرف تین شخصوں کا نام زد ذکر کیا گیا ہے۔۔۔ اب ظاہر ہے کہ اگر عروہ نے قصۂ افک خود اپنی خالہ حضرت عائشہ سے سنا ہوتا تو أخبرتني کہتے، أُخبِرتُ نہ کہتے اور لم تُسَمِّ بصیغۂ مؤنث معروف کہتے۔۔۔ پس بے شک عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگنے والی داستان سنی تھی، مگر خود حضرت عائشہ سے نہیں، بلکہ کسی اور شخص یا اشخاص سے جن کا نام انہوں نے ذکر نہیں کیا اور جب عروہ نے یہ داستان حضرت عائشہ سے نہیں سنی حالانکہ وہ ام المؤمنین کے قریبی عزیز یعنی بھانجے تھے تو سعید بن مسیّب وغیرہ کا سننا تو اور بھی مستبعد ہے۔۔۔'' (''صحيح بخاری كا مطالعه'': ۱۷۵/۱۔۱۷۷)

جواب : ع جھوٹ بولنے میں جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

پہلی بات تو یہ ہے کہ عروہ رحمہ اللہ کے یہ لفظ کہ ''مجھے خبر دی گئی'' امام زہری نے حدیث بیان کرتے وقت بیان ہی نہیں کیے، بلکہ درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات ذکر کی جس میں یہ لفظ ہیں، حدیث کے شروع میں تو عروہ، سعید بن مسیّب، علقمہ اور عبید اللہ رحمہم اللہ سب سے لفظِ ''عن'' کے ساتھ روایت ہے، جو کہ

Islamic Research Centre Rawalpindi

اصولِ محدثین کے مطابق غیر مدلس راوی کی طرف سے بولا گیا ہو تو بالا جماع اتصال شمار ہوتا ہے، لہٰذا حدیث دشمنی نے ان کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اس صیغہ مجہول کی نسبت ساری حدیث کی طرف کر دیں جو صرف ایک جملے میں بولا گیا ہے، ورنہ حدیث بیان کرتے وقت راویوں کے ایسے جملہ معترضہ کو اصطلاح میں ''اِدراج'' کہتے ہیں، جو کہ حدیث کے ادنیٰ سے طالب علم سے بھی مخفی نہیں، اس لیے اسی جملہ معترضہ پر ساری حدیث کو محمول کرنا اصولِ حدیث سے جہالت اور بہت بڑی بے اصولی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر پوری حدیث عروہ رحمہ اللہ اس طرح بیان کرتے تو سب سے پہلے محدثین اس پر مطلع ہوتے، کیونکہ صاحب البيت أدرىٰ بما فيه . (گھر والا اپنے گھر کی زیادہ خبر رکھتا ہے)۔

بھلا ان منکرینِ حدیث کو عللِ حدیث سے کیا معرفت جو ''مرسل'' اور ''منقطع'' حدیث کا فرق بھی نہیں سمجھتے، نیز جن کو ادراج کی تعریف بھی نہیں آتی، نہ ان کو ''اتصال'' و ''انقطاع'' کا فرق معلوم ہے؟؟؟

تیسری بات یہ ہے کہ اگر کبھی منکرینِ حدیث کی عقل ٹھکانے آئے تو ذرا ٹھنڈے دماغ سے غور کریں کہ وہ ''بے شک عروہ نے حضرت عائشہ پر لگنے کی داستان سنی تھی، لیکن خود عائشہ سے نہیں ...'' کہہ کر خود اپنے آپ کو بے وقوفی کا سرٹیفکیٹ دے بیٹھے ہیں، کیونکہ خود انہوں نے ہی لکھا ہے:

''ان لوگوں (خارجیوں) نے اسے اس انداز سے مرتب کیا کہ اسے حضرت ام المومنین کے حق میں ہجوِ ملیح (میٹھی میٹھی مذمت) کہنا بے جا نہ ہوگا ... سفر میں گم شدگی کی جو کہانی اس میں پیوست کر دی گئی ہے، وہ بڑی بھاری ہجو و مذمت کی چیز ہے، پھر بریرہ خادمہ کی زبانی ان خبیثوں نے ام المؤمنین کا پھوڑ اور بے سلیقہ ہونا ظاہر کیا ہے۔'' (''صحيح بخاری کا مطالعه'': ۱۸۲/۱)

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے نے بلا شبہ اس حدیث کو کسی اور سے سنا اور اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی موجود تھی تو عقل کے دشمن منکرینِ حدیث بتائیں کہ اپنی خالہ کی عزت کا احساس عروہ تابعی رحمہ اللہ کو نہ تھا، اگر تھا تو پھر اس ''گستاخی'' والی روایت کو آگے روایت کیوں کیا؟؟؟

یا پھر وہ یوں کہیں گے کہ ''عموماً راویانِ حدیث عقل و فہم سے بے بہرہ تھے، وہ نقل کرنے کے لیے عقل کی ضرورت کے قائل نہ تھے۔'' (''صحيح بخاری کا مطالعه'': ۳۷/۱-۳۸)

تو کوئی بات نہیں کہ پاگل اور بے وقوف عموماً اپنے علاوہ سب لوگوں کو بے عقل ہی سمجھتے ہیں!!!

اعتراض نمبر ٤ : ''(روایتِ ابو اسامہ) امام بخاری نے اسے بطورِ حدیث نہیں، بلکہ زہری

Islamic Research Centre Rawalpindi

کی تائید میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔اوپر عروہ کی تصریح گزری کہ عروہ نے یہ قصہ براہِ راست حضرت عائشہ سے نہیں سنا تھا، بعض اشخاص سے سنا تھا، پس یہ روایت بھی مرسل ہی ہے، جو زہری کی روایت سے مختلف ومتعارض بھی ہے۔'' (''صحیح بخاری کا مطالعہ'': ۱/۱۷۷)

جواب : قارئین! منکرِ حدیث صاحب خود کہہ رہے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بطورِ حدیث ذکر ہی نہیں کیا، بلکہ تعلیقاً ذکر کیا ہے اور بذاتِ خود ٹائیٹل پر لکھا بھی ہے کہ ''بخاری کی کچھ کمزور احادیث کی تحقیق وتنقید'' تو پھر جب یہ حدیث ہے ہی نہیں تو اس کو ''ضعیف'' اور ''متعارض'' قرار دینے کے لیے ورق کالے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسے ہی کہتے ہیں ''دروغ گورا حافظہ نہ باشد!''

اعتراض نمبر ۵ : منکرِ حدیث صاحب ''روایتِ امِ رومان'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''حضرت ام رومان ام المؤمنین حضرت عائشہ کی والدہ اور حضرت ابوبکر کی بیوی تھیں، ان کی طرف منسوب کر کے اسے مسروق بن اجدع تابعی نے نقل کیا ہے اور مسروق نے امِ رومان کا زمانہ نہیں پایا، امِ رومان کی وفات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ہوگئی تھی، سنِ وفات غالباً ۶ ھ ہے، لامحالہ مسروق نے اسے کسی اور شخص سے سنا ہوگا، اس نے حضرت امِ رومان کی طرف منسوب کر کے اس کو بیان کر کیا تھا، مسروق نے اس شخص کا نام نہیں لیا کہ وہ کون تھا، کیسا تھا، اسی لیے امامِ مسلم نے اس روایت کو درجِ صحیح نہیں کیا، کیونکہ یہ سنداً صحیح نہیں ہے، مرسل ہے، مگر امام بخاری کو اس کی اسناد میں ابوعوانہ ومحمد بن فضیل کے وہم کی وجہ سے دھوکا لگ گیا۔۔۔۔

مسروق نے اسے حَدَّثَتْ أمّ رومان (امِ رومان نے بیان کیا)، ابوعوانہ نے از روئے وہم اسے حدّثتنی أم رومان بنادیا (مجھ سے ام رومان نے بیان کیا)۔۔۔۔اور محمد بن فضیل نے اسے (سُئِلَتْ کو) غلط پڑھ کر سَألْتُ أم رومان سمجھ لیا اور اسے ہی نقل کر دیا۔۔۔الغرض امام بخاری رحمہ اللہ نے دھوکا کھا کر اس روایت کو متصل گمان کر کے درجِ صحیح کر دیا ہے، حالانکہ یہ مرسل ہے، اہلِ علم نے امام بخاری پر اس بارے میں بجا گرفت کی ہے، حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے امام بخاری کی اس روایت کے بارے میں لکھا ہے۔۔۔۔الحاصل صحیح بخاری میں حضرت عائشہ پر بہتان لگنے کا جو قصہ مسروق سے مروی ہے تو اسے مجھ سے بہت پہلے اہلِ علم نے غیر صحیح بتایا ہے۔'' (''صحیح بخاری کا مطالعہ'': ۱/۱۷۸۔۱۷۹)

Islamic Research Centre Rawalpindi

جواب : منکرینِ حدیث کو بعض اہل علم کا غیر صحیح بتانا تو ''بجا'' نظر آ گیا، لیکن یہ نظر نہ آیا کہ صحیح بخاری کی صحت پر امتِ مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے، نیز علمائے کرام نے اس روایت پر اعتراض کا جو جواب دیا وہ دلائل کی رو سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے، وہاں انہوں نے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے سمجھا ہے کہ شاید ہم امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کر کے صحیح سلامت نکل جائیں گے اور کوئی انہیں لگام دینے والا نہ ہوگا، اسے ''متصل'' اور ''صحیح'' قرار دینے والوں کے دلائل بغیر ڈکار کے ہضم کر گئے ہیں، حالانکہ اس اختلاف میں حق امامِ بخاری رحمہ اللہ اور ان ائمہ دین کے ساتھ ہی ہے جو اس حدیث کو صحیح قرار دینے والے ہیں:

❁ علامہ شمس الدین ابن قیم رحمہ اللہ (م ۷۵۱ھ) اس حدیث کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال آخرون : كلّ هذا لا يردّ الرّواية الصّحيحة الّتى أدخلها البخاريّ فى صحيحه ، وقد قال ابراهيم الحربيّ وغيره : أنّ مسروقا سألها وله خمس عشرة سنة ومات وله ثمان وسبعون سنة ، وأم رومان أقدم من حدّث عنه .

''دوسرے (امام بخاری کے ہم نوا) علمائے کرام کا کہنا ہے کہ یہ سارے اعتراضات بھی اس روایت کو ردّ کرنے کا موجب نہیں بن سکتے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں درج کر دیا ہے، ابراہیم حربی کہتے ہیں، مسروق نے پندرہ سال کی عمر میں سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تھا اور جب وہ فوت ہوئے تو ان کی عمر اٹھتر سال تھی، سب سے پہلے انہوں نے امِ رومان سے ہی احادیث سنی ہیں۔'' (زاد المعاد : ۲۳۷/۳)

رہی یہ بات کہ سیدہ امِ رومان رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی فوت ہو گئی تھیں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے تھے، تو اس کی حیثیت ایک افسانے سے زیادہ نہیں، کیونکہ یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکی، ان باتوں کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی اس غلط بنیاد پر صحیح بخاری پر اعتراض کرنا اور محدث ابو عوانہ و محمد بن فضیل پر وہم کھانے اور غلط سلط پڑھنے کا الزام لگانا دراصل اپنی بدبختی کو دعوت دینا ہے۔

❁ حافظ ابو نعیم الاصبہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قيل : انّها توفّيت فى عهد النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم ، وهو وهم ، روى عنها مسروق .

''کہا گیا ہے کہ وہ (امِ رومان) نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہی فوت ہو گئی تھیں، لیکن یہ وہم ہے، کیونکہ ان سے مسروق نے روایت کی ہے (اور وہ عہدِ نبوی میں موجود نہ تھے)۔''

(معرفة الصحابة لابى نعيم الاصبهانى : ۱۷۲/۲۴)

Islamic Research Centre Rawalpindi

❁ نیز اس کے بارے میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقالوا : أمّا حديث موتها في حياة رسول الله صَلَّى اللّٰه عليه وسلّم ونزوله في قبرها فحديث لا يصحّ ، وفيه علّتان تمنعان صحّته ، احداهما : رواية عليّ بن زيد بن جدعان له ، وهو ضعيف الحديث ، لا يحتجّ بحديثه ، والثّانية : أنّه رواه عن القاسم بن محمد عن النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، والقاسم لم يدرك زمن رسول الله صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، فكيف يقدّم هذا على حديث اسناده كالشّمس ، يرويه البخاريّ في صحيحه ، ويقول فيه مسروق : سألت أمّ رومان ، فحدّثتني ، وهذا يردّ أن يكون اللّفظ : سُئِلَتْ ...

''انہوں نے (محدثین نے) کہا ہے کہ امِ رومان کے رسولِ کریم ﷺ کے دورِ مبارک میں فوت ہونے اور آپ کے ان کی قبر میں اترنے والی حدیث ثابت نہیں، اس میں دو کمزوریاں ہیں جو اس کے صحیح ہونے میں مانع ہیں، ایک تو یہ کہ اس کو علی بن زید بن جدعان نے بیان کیا ہے اور وہ ضعیف الحدیث ہے، اس کی حدیث دلیل نہیں بنائی جاسکتی، دوسری کمزوری یہ ہے کہ اسے قاسم بن محمد تابعی رسولِ کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں، حالانکہ قاسم بن محمد نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا، چنانچہ اس (غیر ثابت افسانے) کو اس حدیث پر کیسے مقدم کیا جاسکتا ہے، جس کی سند سورج کی طرح روشن ہے اور اسے امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کر رہے ہیں، نیز اس میں مسروق یہ کہہ رہے ہیں، میں نے امِ رومان سے سوال کیا تھا اور انہوں نے مجھے حدیث بیان کی تھی۔۔۔'' (زاد المعاد لابن القیم : ۲۳۷/۳)

❁ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: انّ الّذي وقع في الصّحيح هو الصّواب والرّاجح ، وذلك أنّ مستند هولاء في انقطاع هذا الحديث انّما هو ما روى عن علي بن زيد بن جدعان وهو ضعيف ...وقد نبّه البخاريّ في تاريخه الأوسط والصّغير على أنّها رواية ضعيفة ...وحديث مسروق أسند ، أي أصحّ اسنادا ، وهو كما قال ..فكيف تعلّ به الرّوايات الصّحيحة المعتمدة ؟

''بلاشبہ جو صحیح بخاری میں موجود ہے، وہی درست اور راجح ہے، کیونکہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کے بارے میں ان (مخالفین) کی دلیل صرف علی بن زید بن جدعان کی بیان کردہ روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔۔۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی التّاريخ الأوسط اور التّاريخ الصّغير کتاب میں اس پر خبردار کیا ہے۔۔۔اور فرمایا ہے کہ مسروق کی (امِ رومان سے سماع ولقاء والی) حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ترین ہے،

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

امام بخاری کی بات بالکل درست ہے ۔۔۔لہٰذا اس (اَنْ ہوئے افسانے) کی وجہ سے صحیح اور قابل اعتماد روایات کیونکر ضعیف قرار دی جاسکتی ہیں؟'' (فتح الباری لابن حجر: ۳۷۳/۱)

اب سوچنے کی بات ہے کہ منکرینِ حدیث نے محدثین کے نزدیک بالاتفاق ''ثقہ'' قرار پانے والے راویوں، مثلاً امام سعید بن جبیر، امام زہری، عطاء بن یسار رحمہم اللہ وغیرہ پر تو جرحی نشتر چلائے ہیں، نیز ''ثقہ غیر مدلّس'' راویوں کی مُعَنْعَنْ (لفظِ عَنْ سے بیان کردہ) احادیث کو تو ''مرسل و منقطع'' قرار دیا ہے، لیکن اپنے مطلب کی بات آئی ہے تو یہاں علی بن زید بن جدعان جیسے مشہور و معروف سخت ''ضعیف'' اور ''منکر الحدیث'' راوی کی روایت کو دلیل بنالیا ہے اور قاسم بن محمد کے ''ارسال'' کو سینے سے لگالیا ہے۔

تِلْکَ اِذاً قِسمَۃٌ ضِیزٰی . یہی ہے منکرینِ حدیث کی ''بندر بانٹ''!!!

الحاصل : منکرینِ حدیث کے صحیح بخاری کی بالاجماع صحیح حدیث پر کیے جانے والے ''اصولی'' اعتراضات کی کل کائنات اور اس سلسلے میں ان کی بے اصولیاں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں، جب اصول و ضوابط اور نقل کے اعتبار سے اس حدیث کی سند بے غبار ثابت ہوگئی ہے تو اب منکرینِ حدیث کا اس پر تاریخی و عقلی اعتراض کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، کیونکہ اگر کوئی منکرِ قرآن کسی آیتِ قرآنی پر عقلی اعتراضات کرنے لگے کہ میری عقل میں یہ بات درست نہیں تو اسے یہی کہا جائے گا کہ جا کر اپنی عقل کا علاج کروائے، لہٰذا سنداً صحیح ثابت ہو جانے کے بعد حدیثِ افک پر عقلی و تاریخی اعتراضات چنداں مضر نہیں، نہ ہی ہمارے لیے ان کا جواب دینا ضروری ہے، لیکن پھر بھی ہم ایک ایک اعتراض کا جواب دیں گے، تاکہ منکرینِ حدیث کی بے اصولی کی طرح ان کی بے عقلی بھی لوگوں پر واضح ہو جائے اور وہ کبھی ان کی دامِ فریب میں نہ آئیں، نیز یہ کارِ خیر بھی ہے، جیسا کہ ایک حدیث پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے حافظ ابنِ حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وان کنّا غانین عن ذالک .. لکن نصر الحقّ فضیلۃ ، و قمع الباطل وسیلۃ الی اللّٰہ تعالٰی .

''اگرچہ ہمیں ان اعتراضات کے جوابات دینے کی چنداں ضرورت نہیں، لیکن (صرف اس وجہ سے ایک ایک کا جواب دیں گے کہ) حق کی نصرت نیکی ہے اور باطل کا قلع قمع اللہ تعالی کے تقرب کا ذریعہ ہے۔''

(المحلی لابن حزم: ۲۲۹/٤)

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔

❀❀❀❀❀❀❀❀

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

عورت کے ایامِ مخصوصہ کی تعیین

غلام مصطفٰی ظہیر امن پوری

ایامِ حیض کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مدت مقرر نہیں ہے، اس کا انحصار عورت کی فطرت و عادت پر ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے، حالانکہ اس مسئلہ میں ان کے پاس کوئی صحیح دلیل نہیں۔

''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب میں مذکور دلائل کا مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے:

تقلیدی دلیل نمبر ۱ : [عن أبی أمامة عن النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال :

أقلّ الحیض ثلاث وأکثرہ عشر . (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۸۰)

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔''](حدیث اور اھلحدیث از انوار خورشید دیوبندی : ص ۲۲۶)

تبصرہ : یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے، حافظ ہیثمی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفیہ عبدالملک الکوفی عن العلاء بن کثیر ، لا ندری من ھو ؟

''اس روایت میں العلاء بن کثیر سے عبدالملک الکوفی راوی بیان کرتا ہے، ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہے؟'' (مجمع الزوائد : ۱/۲۸۰)

لیکن بعض الناس اس جرح کو ہڑپ کر گئے ہیں۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں: عبدالملک ھذا رجل مجھول ، والعلاء ھو ابن کثیر ، وھو ضعیف ، ومکحول لم یسمع من أبی أمامة شیئا .

''یہ عبدالملک نامی راوی مجہول اور العلاء بن کثیر ضعیف ہے، نیز مکحول نے سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔'' (سنن الدارقطنی : ۱/۲۱۸، ح : ۸۳۵)

العلاء بن کثیر کے بارے میں امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: ضعیف الحدیث جدّا .

امام بخاری اور امام ساجی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ یہ ''منکر الحدیث'' ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''ضعیف'' کہا ہے، امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ واھی الحدیث (سخت ضعیف) ہے، امام

Islamic Research Centre Rawalpindi

حاکم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ ''ضعیف الحدیث، منکر الحدیث'' ہے، حافظ ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''العلاء بن کثیر نے مکحول سے، انہوں نے صحابہ سے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنے نسخے روایت کیے ہیں، وہ سارے کے سارے غیر محفوظ ہیں، یہ منکر الحدیث راوی ہے۔'' (الکامل لابن عدی : ۱۸۶۱/۵)

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یروی الموضوعات عن الأثبات .

''یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا تھا۔'' (المجروحین لابن حبان : ۱۸۱/۲۔۱۸۲)

اس کے بارے میں توثیق کا ایک ادنیٰ کلمہ بھی ثابت نہیں ہے، لیکن بدقسمتی سے تقلیدی حضرات اس کی حدیث سے استدلال کرنے میں کوشاں ہیں۔

تقلیدی دلیل نمبر ۲ : [عن واثلة بن الأسقع قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : أقلّ الحيض ثلاثة أيّام ، وأكثره عشرة أيّام . (دارقطنی : ج ۱ ص ۲۱۹)

''حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔''] (حدیث اور اهلحدیث : ص ۲۲۶)

تبصرہ : یہ روایت سخت ''ضعیف'' ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ اس کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس میں ابن المنہال ''مجہول'' اور محمد بن احمد بن انس ''ضعیف'' ہے۔ (سنن الدارقطنی : ۲۱۹/۱، ح : ۸۳۶)

بعض الناس نے مذہبی تعصب کی آڑ میں اس جرح کو چھپا کر خیانتِ علمی کا ارتکاب کیا ہے، لیکن یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں، یہ لوگ ایسی کاروائیاں کرتے ہی رہتے ہیں۔

اس روایت کی ایک اور وجہ ضعف یہ بھی ہے کہ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مکحول نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ (المراسیل لابن ابی حاتم : ص ۲۱۳)

یعنی یہ روایت اگر مکحول تک ثابت بھی ہو تو ''منقطع'' ہے۔

تقلیدی دلیل نمبر ۳ : [عن أنس قال : أدنى الحيض ثلاثة أيّام .

(رواه الدارمی ج ۱ ص ۱۷۲، قلت رجاله رجال مسلم، اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۴۷)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے۔''] (حدیث اور اهلحدیث : ص ۲۲۶)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے، اس میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ''مدلس'' ہیں اور فرماتے ہیں: بلغني عن أنس . ''مجھے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے۔''

Islamic Research Centre Rawalpindi

یہ مبلِّغ (پہنچانے والا) نامعلوم ہے، لہٰذا سند "انقطاع" کی وجہ سے "ضعیف" ہے۔

بعض الناس کا یہ کہنا کہ رجاله رجال مسلم (اس روایت کے راوی مسلم کے راوی ہیں) انتہا درجہ کا دھوکہ ہے جو صرف ایسے لوگوں کے حصے میں آتا ہے جو "منقطع"، "ضعیف" اور مردود روایات سے ہی حجت پکڑتے ہیں۔

تقلیدی دلیل نمبر ٤ : [عن أنس قال : أدنى الحیض ثلاثة وأقصاه عشر .

(دارقطنی ج ١ ص ٢٠٩)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔"]

(حدیث اور اهلحدیث : ص ٢٢٧)

تبصرہ : یہ روایت سخت "ضعیف" ہے، اس میں الجلد بن ایوب راوی "متروک" ہے، بلکہ خود امام دارقطنی نے بھی اسے "متروک" کہا ہے۔(الضعفاء والمتروکون للدارقطنی : ١٤١)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث کسی چیز کے برابر نہیں، وہ "ضعیف الحدیث" ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ "ضعیف" ہے، امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضعیف الحدیث ، یکتب حدیثه ، ولا یحتجّ به . "یہ ضعیف ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی، لیکن اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔"

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے بھی اسے "لیس بالقوی" کہا ہے۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : ٥٤٩/٢)

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اسے "ضعیف" کہا ہے، اس پر "توثیق" کا ایک ادنیٰ کلمہ بھی ثابت نہیں ہے، غالباً اسی لیے ایسے "متروک" راوی کی روایت بعض الناس کے حصے میں آئی ہے!

تقلیدی دلیل نمبر ٥ : [عن الحسن أنّ عثمان بن أبی العاص الثّقفیّ قال : الحائض اذا جاوزت عشرة أیّام ، فهی بمنزلة المستحاضة ، تغتسل وتصلّی .(دارقطنی ج ١ ص ٢١٠)

"حضرت حسن رحمہ اللہ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، حائضہ عورت جب دس دن سے تجاوز کر جائے تو وہ بمنزلہ مستحاضہ عورت کے ہے، غسل کر کے نماز پڑھے گی۔"]

(حدیث اور اهلحدیث : ص ٢٢٧)

تبصرہ : اس کی سند کئی وجہ سے "ضعیف" و مردود ہے:

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

① اس میں ہشام بن حسان راوی ''مدلس'' ہیں، جو بصیغۂ ''عن'' امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کر رہے ہیں، امام علی بن المدینی اور امام ابوحاتم رحمہما اللہ نے ان کو ''مدلس'' کہا ہے۔ (طبقات المدلسین : ٤٧)

② حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس کی روایت اگر امام حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ سے ہو تو اس میں کلام ہوتی ہے۔ (تقریب التھذیب : ٨٢٠٥)

امام اسماعیل بن علیّہ کہتے ہیں: **كنا لا نعدّ هشام بن حسّان فى الحسن شيئا .**

''ہشام بن حسان جب حسن بصری سے روایت کرتے تو ہم ان کو کچھ بھی شمار نہیں کرتے تھے۔''

(الجرح والتعديل : ٥٦/٩)

یہ جرح مفسر ہے، لہٰذا روایت ''ضعیف'' ہے۔

③ اس میں ایک علت امام حسن بصری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' بھی ہے۔

④ ایک وجہ ضعف ''انقطاع'' بھی ہے، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **فانّ الحسن لم يسمع من عثمان بن أبى العاص .** ''حسن بصری نے عثمان بن ابی العاص سے نہیں سنا۔'' (المستدرك للحاكم : ١٧٦/١)

تقلیدی دلیل نمبر ٦ : [عن سفيان قال : أقلّ الحيض ثلاث وأكثره عشر .

(دارقطنی ج ١ ص ٢١٠)

''حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔'']

(حديث اور اهلحديث : ص ٢٢٦)

تبصرہ : یہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول ہے، نہ قرآن ہے، نہ حدیث ہے، نہ قولِ صحابی ہے، نہ اجماعِ امت ہے اور نہ قولِ ابی حنیفہ، بعض الناس اپنے امام ابوحنیفہ سے یہ بات باسندِ صحیح ثابت کرنے سے تو قاصر رہے، ان سے ہمارا سوال ہے کہ آپ امام ابوحنیفہ کے اندھے مقلد ہیں یا امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے؟

یہ ان لوگوں کی حیض کے متعلق کم از کم اور زیادہ سے زیادہ دنوں کی تعیین کے بارے میں کل کائنات تھی، جس کا حشر آپ نے دیکھ لیا کہ وہ نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے عورت کے ماہانہ ایام کی گنتی کی تعیین ثابت نہیں کر سکے، صرف ''موضوع'' (من گھڑت) اور ''ضعیف'' روایات پیش کر کے سادہ لوح عوام کو یہ باور کروانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلے میں حدیثی دلائل رکھتے ہیں، جب کہ دلائل و براہین سے یہ لوگ سرے سے ہی خالی ہیں، ایک بھی روایت اصولِ محدثین کے مطابق ثابت کرنے سے قاصر ہیں، لیکن اس

Islamic Research Centre Rawalpindi

کے باوجود یہ بلند بانگ دعویٰ کرتے ہیں:

''احادیث وآثار سے تو حیض کی اقل واکثر مدت ثابت ہورہی ہے۔'' (حدیث اور اهلحدیث : ص ۲۲۸)

قارئین کرام! انصاف شرط ہے، بتائیں کہ اہل حق کے دلائل اس طرح کے ہوتے ہیں؟

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا، حیض کا کم از کم وقت ایک دن ہے۔

(السنن الکبری للبیهقی : ۱/ ۳۲۰، وسندهٗ حسن ، سنن الدارمی : ۱/ ۲۱۱، ح : ۸۵۰، سنن الدارقطنی : ۱/ ۲۰۷، ح : ۷۹۰، وصححه ابن حجر فی الفتح : ۱/۴۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مقلدین کا یہ کہنا غلط ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے۔

عورت کے ایامِ مخصوصہ کی تعیین کے بارے میں قرآن وحدیث اور اجماعِ امت میں کوئی دلیل موجود نہیں، لہٰذا اس مسئلے میں کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

❁ یہی بات حافظ ابنِ حزم رحمہ اللہ نے مخالفین کے دلائل کا رد کر کے راجح قرار دی ہے۔

(المحلی لابن حزم : (۲/ ۲۰۰۔۲۰۳)

❁ حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔(مجموع الفتاوٰی : ۱۹/ ۲۳۷)

❁ ابنِ ترکمانی حنفی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حیض (کی مقدارِ ایام) کے بارے میں نہ کوئی نص (دلیل) ہے اور نہ اجماعِ امت، رہی عادت تو وہ مختلف ہے، جیسا کہ عطاء رحمہ اللہ وغیرہ سے گزر چکا ہے۔

(الجوهر النقی : ۱/ ۳۲۰)

❁ محمد سرفراز خان صفدر حیاتی صاحب لکھتے ہیں: ''علامہ زیلعی نصب الرایہ ج ۱ ص ۱۵۱ ۔ ج ۱ ص ۱۵۶ تک میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مبنی بر انصاف بات یہ ہے کہ حیض کے اقل اور اکثر کی تعیین کے بارے میں کسی فریق کے پاس کوئی صحیح، مرفوع اور صریح روایت نہیں، مبارک پوری تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۱۲۲ میں لکھتے ہیں کہ کتاب وسنت سے اقل اور اکثر کی تعیین نہیں، صرف عرف اور عادت کے ذریعے اس کی تعیین کی گئی ہے۔'' (خزائن السنن : ۱/ ۲۲۸)

خلاصة التحقيق :

عورت کے ماہانہ ایام کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

Islamic Research Centre Rawalpindi

پندرہ شعبان کی رات خصوصی عبادت

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

پندرہ شعبان کی رات خصوصی نیت سے عبادت کرنا اور صبح کو روزہ رکھنا نبیٔ اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین وائمہ دین سے ثابت نہیں، بلکہ بعض علمائے کرام نے اسے بدعت تک قرار دیا ہے، اس رات عبادت کے قائلین کے دلائل کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:

دلیل نمبر ① : سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا كانت ليلة نصف من شعبان ، فقوموا ليلها ، وصوموا نهارها ، فانّ اللّٰه ينزل فيها لغروب الشّمس الى سماء الدّنيا ، فيقول : ألا من مستغفر فأغفر له ، ألا من مسترزق فأرزقه ، ألا مبتلى فأعافيه ، ألا كذا ، ألا كذا ، حتّى طلع الفجر .

''جب پندرہ شعبان کی رات ہو تو اس میں قیام کرو اور اس کے دن کا روزہ رکھو، اس رات اللہ تعالیٰ غروبِ آفتاب کے بعد ہی آسمانِ دنیا پر نزول فرمالیتے ہیں اور فرماتے ہیں، کوئی معافی کا طلب گار ہے، میں اسے معاف کردوں؟ کوئی رزق کا طلب گار ہے، میں اسے رزق عطا کردوں؟ کوئی بیمار ہے، میں اسے صحت و عافیت سے نواز دوں؟ کوئی ایسا ہے، کوئی ایسا ہے،؟ اللہ تعالیٰ یہی فرماتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے۔'' (سنن ابن ماجه : ١٣٨٨، العلل المتناهية لابن الجوزى : ٧١/٢، ح : ٩٢٢)

تبصرہ : یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے، حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(خلاصة الاحكام : ٦١٧/١)

اس کا راوی (ابوبکر بن عبداللہ بن محمد) ابن ابی سبرۃ ''کذاب'' اور ''وضاع'' ہے۔

✿ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يضع الحديث. ''یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔'' (الجرح والتعديل : ٣٠٦/٧)

دلیل نمبر ② : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پندرہویں شعبان کو رات کے وقت میری باری تھی، رسول اللہ ﷺ میرے پاس سوئے ہوئے تھے، جب آدھی رات ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر سے گم پایا، مجھے ناگواری ہوئی، جیسے عورتوں کی عادت ہوتی ہے، میں نے چادر اوڑھ لی، اللہ کی قسم! وہ چادر نہ اون اور ریشم کی تھی، نہ خام ریشم کی تھی، نہ ہی ریشم کی تھی، نہ ہی ریشمین کپڑے کی تھی، جس کا تانا بانا ریشم کا ہوتا ہے، نہ روئی کی تھی، نہ ہی سنی

Islamic Research Centre Rawalpindi

کے کپڑے کی تھی، پوچھا گیا، وہ چادر کس چیز کی بُنی ہوئی تھی؟ فرمایا، اس کا تانا بکری کے بالوں کا اور بانا اونٹ کی بالوں سے بُنا گیا تھا، میں نے آپ ﷺ کو دیگر ازواج کے حجروں میں تلاش کیا، وہاں بھی آپ ﷺ نہ ملے، میں اپنے حجرے میں واپس لوٹ آئی، ناگہاں آپ ﷺ پر ایک کپڑا تھا جو زمین پر گرا ہوا تھا، آپ حالتِ سجدہ میں تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے: سجد لله سوادی وخیالی ، وآمن بک فؤادی ، هذه یدی ، وما جنیت بها علی نفسی ، یا عظیم الرّجاء لكلّ عظیم ، اغفر الذّنب العظیم ، سجد وجهی للّذی خلقه ، وشقّ سمعه .

آپ ﷺ فارغ ہو کر میرے ساتھ چادر میں گھس گئے، اس رات میرا سانس پھول گیا، مجھے کیا ہو گیا، میں نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، سانس کیوں پھول رہا ہے؟ میں نے ساری کاروائی کے بارے میں آپ ﷺ کو آگاہ کیا، آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے گھٹنوں پر پھیرنا شروع کیا اور فرمایا، ناس ہو ان دونوں گھٹنوں کی جو اس رات پندرہویں شعبان کو نہ مل سکے (یعنی عبادت نہ کر سکے)، اس رات اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر اترتا ہے، مشرک اور اپنے مسلمان بھائی سے بغض وعداوت رکھنے والے کے علاوہ اپنے تمام بندوں کی بخشش فرما دیتے ہیں۔

(کتاب احادیث النّزول للدارقطنی : ۱۳٤، کتاب الدعاء للطبرانی : ٥٥٧، شعب الایمان للبیهقی : ۳۸۳۸)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے، اس میں سلیمان بن ابی کریمہ الشامی راوی ''ضعیف'' ہے، جو کہ منکر روایات بیان کرتا ہے، امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ اسے ''ضعیف'' کہتے ہیں۔ (الجرح والتعدیل : ۱۳۸/٤)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وعامّة أحادیثه مناکیر .

''اس کی سب احادیث منکر ہیں۔'' (الکامل لابن عدی : ۲٦۳/۳)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یحدّث بمناکیر ، ولا یتابع علی کثیر من حدیثه .

''یہ منکر روایات بیان کرتا ہے، اس کی کثیر روایات پر متابعت نہیں کی گئی۔'' (الضعفاء للعقیلی : ۱۳۸/۲)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لیّن صاحب المناکیر . ''کمزور راوی ہے، منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔'' (المغنی للذهبی : ٤٤۳/۱)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو ''ضعیف'' کہا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۱۹/۷، ٤۳/۱۰، ۸۹، ۲٥۸، ٤۱۸)

لہٰذا یہ حدیث ''ضعیف'' اور ناقابل عمل ہے۔

Islamic Research Centre Rawalpindi

حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں: هذا حديث لا يصحّ . ''یہ حدیث صحیح نہیں۔'' (العلل المتناهية : ٦٨/٢)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وفی اسناده سليمان بن أبی كريمة ، ضعّفه ابن عدیّ ، فقال : عامّة أحاديثه مناكير . ''اس کی سند میں سلیمان بن ابی کریمہ راوی ہے، اسے ضعیف قرار دیتے ہوئے امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی اکثر احادیث منکر ہوتی ہیں۔'' (التلخيص الحبير : ٢٥٤/١)

اس حدیث کے طرق بھی ہیں:

① (کتاب احاديث النزول للدارقطنی : ١٣٥، فضائل الاوقات للبيهقی : ٢٦)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، اس کا راوی النضر بن کثیر ''ضعیف'' ہے۔ (تقريب التهذيب : ٧١٤٧)

② (فضائل الاوقات للبيهقی : ٢٧، العلل المتناهية : ٩١٨)

اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، سعید بن عبدالکریم راوی کی توثیق مطلوب ہے۔

③ (شعب الايمان للبيهقی : ٣٨٣٥) یہ ''مرسل'' ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، کیونکہ العلاء بن الحارث کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں ہے، اس میں ایک اور وجہ ضعف بھی ہے۔

④ (ميزان الاعتدال للذهبی : ٤ /٥٥ فی ترجمة محمد بن يحییٰ) اس کی سند ''ضعیف'' ہے، محمد بن یحییٰ بن اسمٰعیل التمیمی التمار کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ليس بالمرضیّ .

''پسندیدہ راوی نہیں ہے۔'' (سوالات حمزة بن يوسف السهمی للدارقطنی : ٣١)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أتیٰ بخبر منكر . ''اس نے ایک (مذکورہ) منکر حدیث بیان کی ہے۔''

⑤ (شعب الايمان للبيهقی : ٣٨٣٧) اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے، سلام الطّویل نامی ''متروک'' ہے۔ (تقريب التهذيب : ٢٧٠٢)

اس کا دوسرا راوی سلام بن سلیمان المدائنی بھی ''ضعیف'' ہے۔ (تقريب التهذيب : ٢٧٠٤)

⑥ (معجم الشيوخ لابی بكر الاسماعيلی : ٤٠٨/١۔٤٠٩) اس کی سند ''مجہول'' راویوں کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

⑦ (العلل المتناهية لابن الجوزی : ٦٩/٢، ح : ٩١٩) اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے، اس کا ایک راوی عطاء بن عجلان ''متروک و کذاب'' اور ''وضاع'' ہے۔

ثابت ہوا کہ اس حدیث کے جمیع طرق ''ضعیف'' ہیں۔

دلیل نمبر ③ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

Islamic Research Centre Rawalpindi

بستر سے گم پایا، میں آپ کی تلاش میں نکلی، اچانک دیکھا کہ آپ بقیع میں ہیں اور اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں، بعد ازاں آپ ﷺ نے فرمایا، کیا آپ کو اس بات کا خدشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول آپ پر ظلم کریں گے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ایسی کوئی بات نہیں ہے، لیکن میرا یہ گمان تھا کہ آپ اپنی بعض ازواج کے ہاں تشریف لے گئے ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا:

انّ اللّٰه عزّ وجلّ ینزل کلّ لیلة النّصف من شعبان ، فیغفر من الذّنوب أکثر من شعر غنم کلب . ''اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ انسانوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔'' (سنن الترمذی : ۷۳۹، سنن ابن ماجه : ۱۳۸۹، مسند الامام احمد : ۲۳۸/۶، کتاب احادیث النّزول للدارقطنی : ۱۳۰، مسند عبد بن حمید : ۱۵۰۷، شعب الایمان للبیهقی : ۳۸۲٤، العلل المتناهیة لابن الجوزی : ۹۱۵، وسندهٗ ضعیف)

تبصرہ ① : امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سمعت محمّدا یضعّف هذا الحدیث ... وقال : یحیی بن أبی کثیر لم یسمع من عروة والحجّاج بن أرطاة لم یسمع من یحیی بن أبی کثیر . ''میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا کہ وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دے رہے تھے، آپ نے فرمایا، یحییٰ بن ابی کثیر نے عروہ سے اور حجاج بن ارطاۃ نے اس حدیث کو یحییٰ بن ابی کثیر سے نہیں سنا۔''

(جامع ترمذی ، تحت حدیث : ۷۳۹)

② حجاج بن ارطاۃ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہیں، نیز ''مدلس'' بھی ہیں۔

③ اس میں یحییٰ بن ابی کثیر راوی بھی ''مدلس'' ہیں جو کہ ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں۔

دلیل نمبر ④ : سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من احیا اللیالی الخمس وجبت له الجنة .....

''جس نے پانچ راتوں کو زندہ کیا (بیدار ہو کر عبادت کی) اس کے لیے جنت واجب ہو گئی، تو یہ آٹھ ذوالحجہ کی رات، عرفہ کی رات، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتیں اور پندرہ شعبان کی رات۔''

(الترغیب والترهیب للاصبهانی : ۳٦۷)

تبصرہ : یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے، اس کا راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روی عن أبیه أحادیث موضوعة .

Islamic Research Centre Rawalpindi

''اس نے اپنے باپ سے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔'' (المدخل للحاکم : ص ۱۵٤)

یہ روایت بھی اس نے اپنے باپ سے بیان کی ہے، لہٰذا موضوع (من گھڑت) ہے۔

دلیل نمبر ⑤ : سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانچ راتوں میں دعا رد نہیں ہوتی، ان میں سے ایک پندرہویں شعبان کی رات ہے۔ (تاریخ دمشق : ۱۰/٤۰۸)

تبصرہ : یہ روایت بھی موضوع و من گھڑت ہے، اس کا راوی ابراہیم بن ابی یحییٰ اگر الاسلمی ہے تو جمہور کے نزدیک ''ضعیف و متروک'' ہے، اس کے استاذ ابوقعنب کے حالات و توثیق مطلوب ہے، نیز اس کا سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے سماع بھی مطلوب ہے، اس روایت میں اور بھی علت ہے۔

فائدہ : شعبان کی پندرہویں شب کو خصوصی نیت سے عبادت کرنا اور اس کے دن کا روزہ رکھنا نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین و ائمہ دین سے قطعاً ثابت نہیں ہے، بلکہ بعض نے اسے بدعت قرار دیا ہے، اسی طرح سو رکعات کے بارے میں جو روایت ہے، وہ جھوٹی ہے، ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

والعجب ممّن شمّ رائحة العلم بالسّنّة أن يغترّ بمثل هذا الهذيان ويصلّيها وهذا الصّلاة وضعت فی الاسلام بعد الأربعماة ونشأت فی بيت المقدس .

''تعجب ہے اس پر جس نے علمِ حدیث کی خوشبو سونگھی، پھر بھی اس طرح کی فضول اور لایعنی روایات سے دھوکہ کھا کر یہ نماز ادا کرتا ہے (یعنی سو رکعت نماز پڑھتا ہے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھتا ہے)، یہ نماز اسلام میں چار سو سال بعد بیت المقدس میں شروع ہوئی۔''

(الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة از ملا علی القاری : ٤٤۰)

اس نماز کو حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی مذموم و منکر اور بدعت قرار دیا ہے۔ (خلاصة الاحکام للنووی : ۱/٦۱٦)

الحاصل : پندرہ شعبان کی رات کی فضیلت میں کوئی حدیث ''صحیح'' ثابت نہیں، ''ضعیف'' پر عمل کرنا فضائل میں بھی صحیح نہیں، کیونکہ فضائل بھی دین میں شامل ہیں اور ''ضعیف'' حدیث دین نہیں، دین تو صرف صحیح احادیث کا نام ہے، کسی صحابی یا کسی ثقہ تابعی سے اس رات کو خاص نیت اور اہتمام سے عبادت کرنا ثابت نہیں، جو کچھ اس بارے میں بیان کیا جاتا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

Islamic Research Centre Rawalpindi

''شبِ براءت'' کی شرعی حیثیت

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

پندرہویں شعبان کی رات (المعروف شبِ براءت) کی فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث ''صحیح'' ثابت نہیں ہے۔

علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولیس فی لیلۃ النّصف من شعبان حدیث یعوّل علیہ ، لا فی فضلھا ، ولا فی نسخ الآجال فیھا ، ، فلا تلتفتوا الیھا .

''پندرہویں شعبان کی رات کے بارے میں کوئی بھی قابل اعتماد حدیث موجود نہیں ہے، نہ اس کی فضیلت کے بارے میں اور نہ اس میں عمریں لکھے جانے کے بارے میں، لہٰذا (ثواب کی نیت سے) تم اس کی طرف التفات ہی نہ کرو۔'' (احکام القرآن لابن العربی : ۱۶۹۰/٤)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لا یصحّ منھا شیء . ''پندرہویں رات کی فضیلت کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔'' (المنار المنیف : ۹۸۔۹۹)

جناب محمد یوسف بنوری دیوبندی لکھتے ہیں: ولم أقف علی حدیث مسند مرفوع صحیح فی فضلھا . ''پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت کے بارے میں مجھے کوئی متصل سند والی، مرفوع اور صحیح حدیث نہیں ملی۔'' (معارف السنن : ٤١٩/٥)

جناب تقی عثمانی دیوبندی حیاتی لکھتے ہیں: ''شبِ براءت کی فضیلت میں بہت سی روایات مروی ہیں، جن میں سے بیشتر علامہ سیوطی نے الدّر المنثور میں جمع کردی ہیں، یہ تمام روایات سنداً ضعیف ہیں۔'' (درسِ ترمذی از تقی : ۵۷۹/۲۔۵۸۰)

تنبیہ : محدث البانی رحمہ اللہ نے پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت والی ایک روایت کو مختلف طرق کی بنا پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحۃ : ۱۱٤٤)

آیئے اب ہم انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ ان سب کے بارے میں تحقیق پیش کرتے ہیں:

① حدیثِ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ :

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يطّلع اللّٰه الىٰ خلقه ليل النّصف من شعبان ، فيغفر لجميع خلقه الّا مشرک أو مشاحن .

''اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات کو اپنی مخلوق کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں، مشرک اور اپنے مسلمان بھائی سے بغض وعداوت اور دشمنی وکینہ رکھنے والے کے علاوہ اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرمادیتے ہیں۔''

(کتاب السّنّة لابن ابی عاصم : ۵۱۲، المعجم الکبیر للطبرانی : ۲۰ /۱۰۸، صحیح ابن حبان (الاحسان : ۵۶۳۶) ، المعجم الاوسط للطبرانی : ۲۹۷/۷، ح : ۶۷۷۲، شعب الایمان للبیھقی : ۳۸۲/۲، ح : ۳۸۳۳)

تبصرہ : اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مکحول لم یلق مالک بن یخامر . ''مکحول نے مالک بن یخامر سے ملاقات نہیں کی۔''

(السلسلة الصحیحة : ۱۱۴۴)

لہٰذا یہ سند ''منقطع'' ہوئی اور ''منقطع'' حدیث ''ضعیف'' ہوتی ہے، امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ ایک ''منقطع'' روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: ولیس ھذا الخبر من شرطنا ، لأنّه غیر متّصل ، لسنا نحتجّ فی ھذا الجنس من العلم بالمراسیل المنقطعات .

''یہ حدیث ہماری شرط پر صحیح نہیں، کیونکہ اس کی سند متصل نہیں، ہم (محدثین) اس طرح کی مرسل و منقطع روایات سے حجت نہیں پکڑتے۔'' (کتاب التوحید لابن خزیمة : ۲۴۵/۱ـ۲۴۶)

تنبیہ : مکحول تابعی رحمہ اللہ کا قول ہے: انّ اللّٰه یطّلع علی أھل الأرض فی النّصف من شعبان ، فیغفر لھم الّا لرجلین ، الّا کافر أو مشاحن .

''اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات کو اہل زمین پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں، دو شخصوں، کافر اور اپنے بھائی سے بغض وعداوت رکھنے والے کے علاوہ سب کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔''

(شعب الایمان للبیھقی : ۳۸۱/۳، ح : ۳۸۳۰، وسندهٗ حسنٌ)

عین ممکن ہے کہ مکحول تابعی رحمہ اللہ کے اس قول کو ''ضعیف'' اور کمزور راویوں نے ''مرفوع'' حدیث بنادیا ہو۔

تنبیہ : امام طبرانی کی المعجم الاوسط (۱۳۰/۱، ح : ۲۰۵) میں مکحول راوی خالد بن معدان عن کثیر بن مرة کے واسطہ سے بیان کرتا ہے، یہ سند بھی ''ضعیف'' ہے، اس میں سلیمان بن احمد الواسطی راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، نیز اس میں امام طبرانی کے استاذ احمد بن حسین بن مدرک کی توثیق بھی مطلوب ہے۔

Islamic Research Centre Rawalpindi

② حدیثِ ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ : سیدنا ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا کان لیلة النّصف من شعبان یطّلع اللّٰه علی خلقه ، فیغفر للمؤمنین ، ویترک أهل الضّغائن ، وأهل الحقد بحقدهم .

''جب پندرہویں شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور مومنوں کو معاف فرما دیتے ہیں، جبکہ مسلمان بھائی سے دشمنی، حسد و کینہ، بغض و عداوت رکھنے والوں کو معاف نہیں فرماتے ہیں۔'' (کتاب السّنّة لابن ابی عاصم : ٥١١، المعجم الکبیر للطبرانی : ٢٢/٢٢٤،

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے، اس کا راوی احوص بن حکیم ''ضعیف الحفظ'' ہے۔ (التقریب : ٢٩٠)

❀ حافظ ہیثمی فرماتے ہیں: وضعّفه الجمهور . (مجمع الزوائد : ٣/٤٢)

نیز مہاصر بن حبیب کی ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں، کتاب العرش (٨٧) کی سند میں مکحول کا واسطہ ہے، لیکن وہ سند بشر بن عمارہ ''ضعیف'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

المعجم الکبیر للطبرانی (٢٢/٢٢٣، ح : ٥٩) میں بشر بن عمارہ کی متابعت عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی نے کی ہے، لیکن اس کو امام عقیلی رحمہ اللہ (الضعفاء : ٢/٣٤٨) اور امام عجلی رحمہ اللہ (تهذیب التهذیب : ٦/٢٤٤) وغیرہ نے ''مدلس'' قرار دیا ہے، نیز اس سند میں ایک علت یہ ہے کہ اس کے راوی محمد بن آدم المصیصی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے، لہٰذا یہ متابعت مفید نہیں ہے۔

③ حدیثِ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ :

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یطّلع اللّٰه عزّ وجلّ خلقه لیلة النّصف من شعبان ، فیغفر لعباده الّا اثنین مشاحن وقاتل نفس.

''اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو اپنی مخلوق کی طرف خصوصی نگاہ فرماتے ہیں، مسلمان بھائی سے عداوت رکھنے والے اور قاتل کے علاوہ اپنے تمام بندوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔'' (مسند الامام احمد : ٢/١٧٦)

تبصرہ : یہ سند ''ضعیف'' ہے، اس میں ابنِ لہیعہ ''ضعیف'' اور ''مختلط'' راوی موجود ہے اور اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ موسیٰ بن حسن نے یہ حدیث ابنِ لہیعہ سے اختلاط سے پہلے سنی ہے۔

اسی لیے حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رواه أحمد باسناد لیّن .

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

''اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔'' (الترغیب والترھیب : ٤٦٠/٣)

❀ امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رشدین بن سعد نے ابنِ لہیعہ کی متابعت کی ہے۔

(حدیث ابن حیویہ : ١/١٠/٣، السلسلة الصحیحة)

رشدین بن سعد ''ضعیف'' ہے (تقریب التہذیب : ١٩٤٣) حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضعّفه الجمهور . ''اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔'' (مجمع الزوائد : ١٦٠/١، ٦٦/٥)

لہٰذا یہ متابعت بے فائدہ ہے، اس سے ضعف ختم نہیں ہوسکتا۔

④ **حدیثِ ابی موسیٰ** رضی اللہ عنہ : سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انّ اللّٰه لیطّلع فی لیلة النّصف من شعبان ، فیغفر لجمیع خلقه الّا لمشرک أو مشاحن .** ''اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور اپنی تمام مخلوق کو ماسوائے مشرک اور کینہ پرور کے معاف کردیتے ہیں۔'' (سنن ابن ماجہ : ١٣٩٠، السند الثانی ، السّنّة لابن ابی عاصم : ٥١٠)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ: ① اس میں ابنِ لہیعہ راوی ''ضعیف و مدلس و مختلط'' ہے۔ ② زبیر بن سلیم ''مجہول'' ہے۔ (تقریب التہذیب : ١٩٩٦)

③ عبد الرحمٰن بن عزرب بھی ''مجہول'' ہے۔ (التقریب : ٣٩٥٠)

❀ ابنِ ماجہ کی پہلی سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ: ① اس میں مذکور راوی ابنِ لہیعہ موجود ہے۔ ② اس میں ولید بن مسلم موجود ہے، جو کہ ''تدلیس التسویہ'' کا مرتکب ہے۔

③ ضحاک بن ایمن ''مجہول'' ہے۔ (التقریب : ٢٩٦٥)

⑤ **حدیثِ ابی ہریرہ** رضی اللہ عنہ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اذا کان لیلة النّصف من شعبان ، یغفر اللّٰه لعباده الّا لمشرک أو مشاحن .**

''جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ مشرک اور بغض و عداوت رکھنے والے کے علاوہ اپنے تمام بندوں کی بخشش فرماتا ہے۔'' (کشف الاستار عن زوائد البزار : ٤٣٦/٢، ح : ٢٠٤٦، العلل المتناھیة : ٧٠/٢)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس کا راوی ہشام بن عبد الرحمٰن ''مجہول'' ہے۔

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں: ولم أعرفه . ''میں اس کو نہیں جان سکا۔'' (مجمع الزوائد : ٦٥/٨)

راوی کی جہالت موجبِ ضعف ہوتی ہے، کیونکہ اس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہوتا، جبکہ روایت کی

Islamic Research Centre Rawalpindi

قبولیت کے لیے اس کے راویوں کا عادل ہونا ضروری ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ ایک راویہ کے بارے میں لکھتے ہیں: زینب هذه مجهولة ، لا تقیم بها حجّة .
''یہ زینب مجہولہ ہے، اس کی روایت سے حجت قائم نہیں ہوسکتی۔'' (سنن الدارقطنی : ١٤١/١، ح : ٤٩٨)

❁ امام طبری رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ (فتح الباری لابن حجر : ١٩٥/١٠)

❁ امام ابن المنذر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: والمجهول لا یجوز الاحتجاج بحدیثه ، اذ هو فی معنی المنقطع الّذی لا تقوم به الحجّة . ''مجہول راوی کی حدیث سے حجت پکڑنا جائز نہیں، یہ منقطع ہوتی ہے، جس سے حجت قائم نہیں ہوسکتی۔'' (الاوسط لابن المنذر : ٢٢٣/٢)

⑥ حدیث ابی بکر رضی اللہ عنہ :

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ینزل اللّٰه تبارک وتعالیٰ فی لیلة النّصف من شعبان الی السّماء الدّنیا ، فیغفر لکلّ نفس الّا انسان فی قلبه شحناء أو مشرک باللّٰه عزوجلّ. ''شعبان کی پندرہویں رات اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں، ہر جان کی بخشش فرماتے ہیں، سوائے اس انسان کے جس کے دل میں بغض وعداوت ہو یا اللہ عزّ وجلّ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہو۔'' (السّنّة لابن ابی عاصم : ٥٠٩، کتاب التوحید لابن خزیمة : ح : ٢٠٠، کشف الاستار : ٤٣٥/٢، شعب الایمان للبیهقی : ٣٨٢٧، اخبار اصفهان لابی نعیم : ٢/٢)

تبصرہ :

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① اس کا راوی عبدالملک بن عبدالملک جمہور کے نزدیک مجروح ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ''متروک'' ہے۔ (سوالات البرقانی : ٣٠٤)، امام بخاری رحمہ اللہ اس کے بارے میں فیه نظر فرماتے ہیں۔ (التاریخ الکبیر : ٤٢٤/٥)

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: منکر الحدیث جدّاً . ''یہ سخت ترین منکر الحدیث ہے۔''
(کتاب المجروحین لابن حبان : ١٣٦/٢)

② مصعب بن ابی ذئب کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''متروک'' ہے۔
(سوالات البرقانی : ٥٠٨)

⑦ حدیثِ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ :

اس حدیث کو ابنِ لہیعہ نے عبدالرّحمن بن زیاد بن أنعم عن عبادة بن نسیّ عن کثیر بن مرة

Islamic Research Centre Rawalpindi

عن عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے۔

(کشف الاستار : ۲/۴۳۶، المجلس السابع لابی محمد الجوهری : الصحیحة : ۳/۱۳۷)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے، اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، یہ ''مدلس'' بھی ہے۔

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **عبدالرّحمن بن زیاد الأفریقي ، وهو ضعیف بالاتّفاق .**

''عبدالرحمٰن بن زیاد الافریقی بالاتفاق ضعیف راوی ہے۔'' (خلاصة الاحکام للنووی : ۱/۴۴۹)

✿ اس کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے المجروحین (۲/۵۰) میں ذکر کیا ہے اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''مدلس'' قرار دیا ہے۔

⑧ **حدیثِ عائشہ** رضی اللہ عنہا : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰہ عزّ وجلّ ینزل لیلة النّصف من شعبان الی السّماء الدّنیا ، فیغفر لأکثر من عدد شعر غنم کلب . ''اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ انسانوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔'' (سنن الترمذی : ۱/۱۰۶، ح : ۷۳۹، سنن ابن ماجه : ۱۳۸۹، مسند الامام احمد : ۶/۲۳۸، شعب الایمان للبیهقی : ۳۸۲۴، مسند عبد بن حمید : ۱۵۰۷، العلل المتناهیة : ۲/۶۶)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اسے یحییٰ بن ابی کثیر نے عروہ سے اور حجاج بن ارطاۃ نے یحییٰ بن ابی کثیر سے نہیں سنا۔'' (جامع ترمذی : ۷۳۹)

② حجاج بن ارطاۃ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''مدلس'' ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حجاج بن ارطاۃ جمہور کے نزدیک حجت نہیں ہے۔'' (میزان الاعتدال : ۴/۲۹۶)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **الحجّاج بن أرطاة ، اتّفقوا علی أنّه مدلّس وضعّفه الجمهور ، فلم یحتجّوا به .** ''حجاج بن ارطاۃ راوی بالاتفاق مدلس ہے، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے، انہوں نے اس سے حجت نہیں پکڑی۔'' (تهذیب الاسماء واللغات للنووی : ۱/۱۵۲)

حافظ عراقی رحمہ اللہ کہتے ہیں: **ضعّفه الجمهور .** (طرح التثریب لابن العراقی : ۳/۴۲)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **فانّ الأکثر علی تضعیفه ، والاتّفاق علی أنّه مدلّس .**

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

''اکثر محدثین اسے ضعیف کہتے ہیں، اس کے مدلس ہونے پر تو اجماع و اتفاق ہے۔'' (التلخیص الحبیر : ۲/۲۲۶)

③ اس حدیث کے تین شواہد ہیں: ❀ (العلل المتناهية لابن الجوزى : ۲/۶۷، ۶۸، ح : ۹۱۷)

یہ سلیمان بن ابی کریمہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے، کیونکہ یہ ''ضعیف'' راوی ہے اور منکر روایات بیان کرتا تھا۔

❀❀ (العلل المتناهية لابن الجوزى : ۲/۶۸-۶۹، ح : ۹۱۸)

اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، سعید بن عبد الکریم الواسطی کی توثیق مطلوب ہے۔

❀❀❀ (العلل المتناهية لابن الجوزى : ۲/۶۹، ح : ۹۱۹)

اس کی سند میں عطاء بن عجلان ''کذاب و متروک'' موجود ہے، لہٰذا ''ضعیف'' ہے۔

یہ وہ آٹھ روایات ہیں جن کی بنا پر امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے، ان کا ضعف واضح ہے، لہٰذا ان کی بنا پر اس حدیث کو ''صحیح'' کہنا صحیح نہیں، بلکہ خطا ہے، کیونکہ ضعیف طرق کی بنا پر حدیث ''صحیح'' نہیں ہو جاتی۔

الحاصل : یہ حدیث اپنی جمیع سندوں کے ساتھ ''ضعیف'' ہے، علماء کی تصریحات بھی گزر چکی ہیں۔

ضعیف حدیث سے حجت پکڑنا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ امام الائمہ ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا نحتجّ بالمراسيل ولا بالأخبار الواهية . ''ہم مرسل روایات سے حجت نہیں پکڑتے، نہ ہی ضعیف حدیثوں سے دلیل لیتے ہیں۔'' (کتاب التوحید لابن خزیمة : ۱/۱۳۷)

امام ترمذی رحمہ اللہ ایک ضعیف حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: لا تقوم بمثله الحجّة .

''اس طرح کی ضعیف روایات سے حجت قائم نہیں ہوتی۔'' (جامع ترمذی، تحت حدیث : ۹۳۱)

❀❀❀❀❀❀❀

عظیم خوشخبری

دورۂ نحو ۲۲ شعبان-۲۶ رمضان ان شاء اللہ

مدرسین : فضیلۃ الشیخ مولانا محمد یوسف قصوری حفظہ اللہ، فضیلۃ الشیخ مولانا اقبال بن رمضان قصوری حفظہ اللہ

الداعی الی الخیر: قاری محمد ادریس ثاقب مدیر جامعہ محمد ابن اسماعیل البخاری اہلحدیث گندھیاں اوتاڑ تحصیل پتوکی ضلع قصور 0300-8014092 049-4563195

Islamic Research Centre Rawalpindi

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

قتل اور پھانسی کی نماز

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وكان خبيب هو قتل الحارث بن عامر يوم بدر ، فلبث خبيب عندهم أسيرا ، فأخبرني عبيد الله بن عياض أنّ بنت الحارث أخبرته أنّهم حين اجتمعوا استعار منها موسیٰ يستحدّ بها ، فأعارته ، فأخذ ابنا لي ، وأنا غافلة حين أتاه ، قالت : فوجدتّه مجلسه علیٰ فخذه ، والموسیٰ بيده، ففزعت فزعة عرفها خبيب في وجهي ، فقال : تخشين أن أقتله ، ما كنت لأفعل ذلك ، والله ما رأيت أسيرا قطّ خيرا من خبيب ، والله لقد وجدته يوما يأكل من قطف عنب في يده ، وانّه لموثق في الحديد ، وما بمكّة من ثمر ، وكانت تقول : انّه لرزق من الله ، رزقه خبيبا ، فلمّا خرجوا من الحرم ليقتلوه في الحلّ ، قال لهم خبيب: ذروني أركع ركعتين ، فتركوه ، فركع ركعتين ، ثمّ قال : لولا أن تظنّوا أن ما بي جزع لطولتهما .....

فقتله ابن الحارث ، فكان خبيب هو سن الركعتين لكل امرئ مسلم قتل صبرا .

''خبیب رضی اللہ عنہ نے ہی بدر والے دن حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، خبیب رضی اللہ عنہ ان کے پاس قیدرہے، مجھے عبیداللہ بن عیاض نے خبر دی کہ اسے حارث کی بیٹی نے یہ بات بیان کی کہ جب وہ (مشرکین) سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے جمع ہوئے تو انہوں نے مجھ سے استرا مانگا تا کہ اپنے غیر ضروری بال صاف کر لیں، میں نے ان کو استرا دے دیا ،میری غفلت میں میرا بیٹا ان کے پاس چلا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا، میں نے دیکھا کہ آپ اسے اپنی ران پر بٹھائے ہوئے تھے، میں اس قدر ڈر گئی کہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے میرے چہرے سے گھبراہٹ پہچان لی ،فرمانے لگے، کیا تو ڈرتی ہے کہ میں تیرے بیٹے کو قتل کر دوں گا ؟ میں ایسا نہیں کرنے والا ، اللہ کی قسم ! میں نے کبھی خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر قیدی نہیں دیکھا، اللہ کی قسم ! میں نے اسے ایک دن اپنے ہاتھوں میں انگوروں کے خوشے پکڑے ہوئے کھاتے دیکھا، حالانکہ مکہ میں کوئی پھل نہ تھا اور وہ لوہے میں جکڑے ہوئے تھے، وہ کہا کرتی تھیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا رزق تھا جو اس نے خبیب رضی اللہ عنہ کو دیا، جب وہ (مشرکین) خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر نکلے تو خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، مجھے چھوڑ دو کہ دو رکعتیں ادا کر لوں، انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا، آپ نے دو رکعتیں ادا کیں اور فرمایا، اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھ بیٹھو گے کہ مجھے ڈر لاحق ہو گیا ہے تو میں ان رکعتوں کو لمبا کرتا، پھر آپ کو حارث کے بیٹے نے شہید کر دیا، چنانچہ وہ خبیب رضی اللہ عنہ ہی ہے تھے جنہوں نے ہر باندھ کر شہید کیے جانے والے مسلمان کے لیے دو رکعتیں ادا کرنے کا طریقہ جاری فرمایا۔'' (صحیح بخاری : ۳۰۴۵)

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net